دفتر نشر و اشاعت

شریمد بھگوت گیتا بزبان فارسی

کوچہ چراغ شاہ گڑھی شاہو لاہور

شریمد

بھگوت گیتا

(بزبانِ فارسی)

فیضی

ترجمہ
بھگوت گیتا

بزبانِ فارسی

از

فیضی

مُرتّبہ:- محمد شفیع کمبوہ

بارِ اوّل

اِنتساب

"ہر

اُس انسان کے نام جو

صحیح اِنسانیت کی تلاش میں

سرگرداں ہے"

باسمہ تعالیٰ

عرضِ حال

ہندو مذہب کی مقدس کتب میں سے جس کتاب نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی اور جس کے سب سے زیادہ تراجم غیر ملکی زبانوں میں ہوئے شریمد بھگوت گیتا ہے۔ سب سے پہلا ترجمہ جو کسی غیر ملکی زبان یعنی فارسی زبان میں اس کتاب کا کیا گیا غالباً علامہ فیضی کا یہی ترجمہ ہے جو اس وقت آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں دو قلمی نسخے موجود ہیں۔ یہ دونوں فارسی نثر میں ہیں۔ ایک نسخے پر تو کسی مترجم کا نام درج نہ ہونے کی وجہ سے اس کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم نہیں ہو سکی کہ یہ کس بزرگ ہستی کی کاوشِ علمی کا نتیجہ ہے۔ اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے :۔

"آغازِ بھگوت گیتا کہ در مہابھارت سری کرشن جیو با ارجن از زبانِ مبارک فرمودہ اند کہ آں را بزبانِ ہندوی گیتا مے

گوبند۔ ارجن باجر جیو دھن . . . . الخ"

البتہ دوسرے نسخہ پر ابوالفضل کا نام درج ہے۔ لیکن مستشرقینِ یورپ اِس سے متفق نہیں۔ اُن کی رائے میں یہ ترجمہ شاہجہان کے بڑے بیٹے شہزادہ داراشکوہ کا کیا ہوا ہے اور یہ اس طرح شروع ہوتا ہے :۔

"اوّل ارجن پکھاد نام دھرترا است (دھرت راشٹر) گفت
اے سنجے در زمین کرکھیت (کورکھشیتر) کہ مزرعہ نیکوکار است
مردم من و جماعت . . . . الخ

مذکورہ بالا موخرالذکر قسم کا ایک عدد قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے پاس بھی موجود ہے۔ اس نسخہ پر شہزادہ داراشکوہ کا نام درج ہے۔ نیز اسے آبِ زندگی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ سوسائٹی مذکورہ کے محققین کی رائے میں یہ ترجمہ شہزادہ موصوف کی بجائے کسی اَور نامعلوم ہستی کا کیا ہوا ہے۔ بعینہٖ اسی قسم کا ایک قلمی نسخہ جناب پنڈت امرناتھ مدن صاحب ساحر دہلوی تحصیلدار پنشنر لال حویلی چوڑی گراں دہلی کے پاس بھی موجود ہے۔ ان کی رائے میں یہ ترجمہ علامہ فیضی کا کیا ہوا ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۸ء میں انھوں نے کارکنانِ

ہندو مہا سبھا دہلی کے ایما سے اس نسخہ کو رازِ مغفرت کا نام دے کر کتابی صورت میں دہلی سے شائع کیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نسخہ تو ایک ہی ہے اور مترجم بھی یقیناً ایک۔ مگر محققین کی رائے میں ایک غیر معمولی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اظہارِ رائے تو سب نے کر دی لیکن حقیقی مترجم کوئی بھی نہ ڈھونڈ سکا۔ ہر ایک نے محض قیافہ آرائی سے ہی کام لیا۔ اور اپنے اپنے دعاوی کے ثبوت میں کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں دی۔

اب اس منظوم ترجمے کو لیجئے۔ اس نوعیت کا بھی ایک قلمی نسخہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے پاس موجود ہے جس کے سرورق پر علامہ فیضی کا نام لکھا ہوا ہے۔ ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ء میں کسی کندن لعل سیار کے ہاتھوں شاہجہان آباد میں قلمبند ہوا۔ سوسائٹی والوں کی نظر میں یہ ترجمہ علامہ فیضی کا نہیں۔ مگر قاضی محمد منیر صاحب صدیقی آف نارووال (پنجاب) کا نظریہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ یعنی یہ کہ یہ ترجمہ علامہ فیضی کا ہی کیا ہوا ہے۔ چنانچہ زمانہ حاضرہ کے بھی بعض علماء و فضلا کی رائے اِس بارہ میں جب طلب کی گئی تو بعض نے اس کے حق میں اور بعض نے اس کے مخالف رائے دی۔ مخالفین اپنے

دعویٰ کے ثبوت میں سب سے بڑی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس ترجمہ کی زبان ویسی نہیں جیسی کہ علامہ **فیضی** کی دوسری کتابوں اور بالخصوص مثنوی **نل دمن** کی ہے۔ اور یہ کہ یہ ترجمہ کسی کاتب کا کیا ہؤا معلوم ہوتا ہے۔ اعتراض تو کسی حد تک بجا ہے مگر انہیں شاید یہ معلوم نہیں کہ آمد اور آورد میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ مثنوی **نل دمن** آمد ہے اور اس ترجمہ میں سراسر آورد دوسرے یہ کہ کسی شاعر کے ابتدائی کلام اور آخری دور کے کلام میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جس کا تسنخہ کو فارسی پوری طرح نہیں آتی وہ بھلا عربی زبان کا کیسے ماہر ہو سکتا ہے کیونکہ اس ترجمہ میں تو عربی زبان کے الفاظ اور محاورے کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ چوتھے یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اُس زمانہ میں چھاپہ خانہ تو تھا ہی نہیں۔ شائقین ہمیشہ ایک دوسرے سے کتب مہیا کر کے کاتبوں سے لکھوا لیا کرتے تھے۔ اور کاتب حضرات کو آپ جانتے ہی ہیں کہ اس ترقی یافتہ زمانہ میں بھی بڑی بڑی فاش غلطیاں کر جاتے ہیں۔ اگر شریمد بھگوت گیتا میں ایسی غلطیاں پائی جاتی ہیں تو اس میں کاتب حضرات موردِ الزام ہیں نہ کہ شاعر۔ پانچویں:

کہ کہنے کو تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ ترجمہ علامہ فیضی کا نہیں مگر یہ کوئی بھی نہ بتلا سکا کہ یہ ترجمہ آخر ہے کس کا۔ ان مختصر سی وجوہ کے بیان کر دینے کے بعد ہمیں قاضی محمد منیر صاحب جیسے فاضل کی رائے سے اتفاق کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ قاضی صاحب موصوف کے پاس بھی اسی نوعیت کا ایک قلمی نسخہ موجود تھا جس کو انہوں نے منظوم صورت میں بزبان اُردو "اسرار معرفت" کا نام دے کر ۱۹۲۱ء میں لاہور سے شائع کیا۔ یہ منظوم اردو ترجمہ اس وقت بھی قاضی صاحب موصوف کے بھانجے قاضی محمد نذیر احمد ہیڈ دفتر اکونٹنٹ جنرل صاحب بہادر صوبہ پنجاب لاہور سے مل سکتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ سرکار انگلشیہ کے دورِ دورہ سے پیشتر اکثر اصحابِ ذوق کے پاس انہیں اقسام کے قلمی نسخے موجود تھے۔ جن میں سے کسی ایک کو فراہم کر کے لاہور کے ایک تاجر کتب میسرز رام پرشاد نرائن دت بیرون لوہاری دروازہ لاہور نے ایک معمولی سے پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا - اس کی کتابت اور طباعت کے متعلق اگر بدترین کا لفظ استعمال کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ چند یوم ہوئے کہ یہ نسخہ اپنے

دبربۂ کرم فرما، ادیبِ روزگار جناب مسٹر پی کے واتل دام اقبالہٗ حال اکونٹنٹ جنرل صاحب بہادر صوبہ پنجاب لاہور کی نظر سے گذرا۔ سرسری نظر میں ہی آپ کی دوررس اور دقیقہ شناس نگاہوں نے اس نسخہ کی علمی، ادبی اور اصطلاحی غلطیاں نکال ڈالنے کے علاوہ کئی ایک دوسری خامیوں کی طرف اشارہ کیا۔ جنہیں دیکھ کر مجھے بھی دُکھ ہوا اور مَیں نے محسوس کیا کہ اتنی نایاب چیز ایسی کس مپرسی کی حالت میں نہ رہنی چاہئے۔ چنانچہ مَیں نے تہیّہ کر لیا کہ کم از کم ایک بار تو ضرور زمانہ گذشتہ کے ہندو مسلم اتحاد کی یاد کو تازہ کرانے والے اس بہترین تحفہ کو تصحیح کر کے اعلیٰ کتابت و طباعت کے ساتھ اپنے بھائیوں کی خدمت میں پیش کروں۔ کہنے کو تو آسان بات ہے مگر کام کرنے والا ہی جانتا ہے کہ کسی کتاب کی تصحیح میں کیا کیا مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔ چنانچہ کئی مہینوں کی مسلسل محنت اور پانی کی طرح روپیہ بہا دینے کے بعد جو نتیجہ برآمد ہوا وہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف۔

پیشتر اس سے کہ آپ کو شریمد بھگوت گیتا کے نفسِ مضمون اور مطالب و مقاصد سے آگاہ کیا جائے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ

آپ کو اس فاضل اور قابل قدر مترجم علامہ فیضی کے مختصر سوانح حیات سے بھی روشناس کرایا جاتے۔ کیونکہ یہ ترجمہ درحقیقت شریمد بھگوت گیتا کا تحت اللفظ ترجمہ نہیں بلکہ اس کے مراد (حیاتِ رباب) کے نفسِ مضمون کو ذہن میں جگہ دے کر نہایت آزاد خیالی سے اس کے مطالب کو عوام تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ بھلا علامہ فیضی جیسے سنسکرت کے زبردست فاضل کے لئے یہ کوئی مشکل بات نہ تھی۔ ترجمہ کرتے وقت فاضل موصوف نے اصل مطالب کو فوت نہیں ہونے دیا۔ نیز یہ کہ ترجمہ کرتے وقت زبان ایسی سادہ سلیس اور شستہ استعمال کی ہے کہ آج کل کے زمانہ کا ایک اوسط درجے کا فارسی دان بھی سب کچھ بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ یہ تمام خوبیاں آپ اسی ترجمہ میں پائیں گے ورنہ شریمد بھگوت گیتا کے دوسرے جتنے بھی تراجم آپ کو غیر ملکی زبانوں میں ملیں گے وہ بغیر امدادی کتب یا تشریحی نوٹ کے پڑھے نہیں جا سکتے۔ حتیٰ کہ اردو جیسی عام فہم زبان میں بھی جتنے تراجم موجود ہیں ان میں بلا مبالغہ ستر فیصدی سنسکرت کے الفاظ پائے جاتے ہیں جن کا پڑھنا اور سمجھنا کارے دارد والا مسئلہ بن کر رہ جاتا ہے۔ اس منظوم ترجمہ میں سوائے اُن مخصوص الفاظ کے جن کا بدل

استعمال کرنے سے مطلب کے فوت ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ قابل مترجم نے فارسی الفاظ کو نہایت قابلیت کے ساتھ جگہ دی ہے اور کسی مترجم کے لئے یہی سب سے بڑی خوبی کی بات ہے۔ اس بات کا اندازہ صرف وہی حضرات لگا سکتے ہیں جو سنسکرت اور فارسی دونوں زبانوں میں کافی استعداد رکھتے ہوں۔

آخر میں مَیں اپنے اُن تمام احباب کا جو کہ میرے اس کام میں ممد و معاون ثابت ہُوئے اور جنہوں نے میری ہر طرح سے حوصلہ افزائی فرمائی دلی شکریہ ادا کرتا ہُوں۔

نہ ستائش کی تمنّا نہ صلہ کی پروا
نہ سہی گر میرے الفاظ میں معنی نہ سہی

یکم دسمبر سنہ ۱۹۴۱ء

محمد شفیع کمبوہ

علّامہ ابوالفیض فیضی فیّاضی

علامہ فیضی اکبرِ اعظم شہنشاہ ہندوستان کے عہدِ حکومت میں بمقام آگرہ ۱۵۴۷ء مطابق ۹۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ مبارک ایک ستم رسیدہ بزرگ کے بیٹے تھے۔ افلاس و نکبت کی وجہ سے بوڑھا شیخ ان کی تعلیم و تربیت کا خاطر خواہ انتظام تو نہ کر سکا مگر تاہم اُس نے ان کی بہترین تعلیم کے لئے بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ چنانچہ بچپن ہی میں ہونہار تھے۔ مختلف مشائخ کی صحبت میں رہ کر جوان ہوئے۔ علم و فن کا شہرہ دور دور پھیل گیا۔ اسی دوران میں سوئے اتفاق سمجھئے یا کچھ اور کہ اکبرِ اعظم کے کانوں تک ان کی خبر پہنچی۔ جوہری کو جوہر کی تلاش نے اتنا بے قرار کر دیا کہ بارگاہِ عالی سے فوراً ہی حکمنامۂ طلبی صادر ہوا۔ آناً فاناً چند ترکمان سپاہی ان کے دروازے پر جا دھمکے۔ بوڑھا شیخ تو اس وقت گھر میں ہی موجود تھا مگر یہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ ترکمانوں کو دیکھ کر شیخ سہم گیا۔ سمجھا کہ کوئی اور بلائے ناگہانی نازل ہو رہی ہے۔ دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہو گئے۔ کہتا ہوگا کہ

یہیں نازل جو ہوتی ہر بلا ہے
مرا گھر ہے کہ یارب کربلا ہے

اسے کیا علم تھا کہ اس کا لڑکا مجرم کی حیثیت سے نہیں بلکہ بادشاہ کے شوق کا گلدستہ بن کر جا رہا ہے۔ اسی سوچ میں تھا کہ اُدھر سے صاحبزادہ صاحب بہادر بھی تشریف لے آئے اور ترکمان سپاہیوں کے ساتھ یہ جادہ جا۔ گھر والے اسی حیرانی و پریشانی میں تھے کہ چند دنوں کے بعد مفصل حالات سے مطلع ہونے پر بُوڑھے شیخ کے دل کی مرجھاتی ہوئی کلی ایک بار پھر شگفتہ ہوئی۔ بادِ خزاں کی جگہ اب پھر بادِ بہاری کے جھونکے آنے لگے نحوست دور ہوئی اور ہر طرف سے مبارکبادی کی صدائیں آنے لگیں۔

دربارِ شاہی میں حاضر ہوئے تو انہیں بادشاہ کے کٹہرے کی جالی کے باہر کھڑا ہونے کو کہا گیا۔ کھڑے ہوتے ہی فی البدیہہ یہ قطعہ پڑھا:۔

بادشاہا بردنِ پنجرہ ام از سرِ لطف تو دمرا جادہ
زانکہ من طوطیٔ شکرخایم جائے طوطی درونِ پنجرہ بہ

گوہر شناس اکبر اس حاضر کلامی سے بہت خوش ہوا اور نزدیک آنے کی اجازت بخشی۔ سب سے پہلا قصیدہ جو علامہ فیضی نے دربار میں پڑھا تقریباً دو صد اشعار پر مشتمل ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

سحر نوید رساں قاصدِ سلیمانی رسید ہمچو سعادت کشادہ پیشانی

اول اول مشہور تخلص کیا۔ پھر فیضی اور بعدازاں فیاضی۔
ایک بلند خیال شاعر اور شگفتہ مزاج عالم ہونے کے سبب بہت جلد
ہی بادشاہ کے مصاحب خاص سمجھے گئے۔ معاملہ سیاسی ہو یا مذہبی
کوئی بات ایسی نہ تھی جس میں ان کی رائے نہ لی جاتی ہو۔ تمام شہزادے
تعلیم کی خاطر انہیں کے سپرد ہوتے چنانچہ شہزادہ سلیم، مراد اور
دانیال کو ان ہی کی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔ ۹۹۶ھ میں انہوں
نے ایک رباعی لکھی:۔

آں روز کہ فیض عام کردند مارا ملک الکلام کردند
مارا زمتام در ربودند تا کار سخن تمام کردند

شہنشاہ اکبر جو ہمیشہ انہیں شیخ جیو کے نام سے پکارا کرتے
تھے اس رباعی کو سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور علاوہ مروجہ انعام و
اکرام کے انہیں ملک الشعرا کا خطاب مرحمت فرمایا۔

ایک غیر معمولی قابلیت کے حامل ہونے کے باعث انہوں نے
تقریباً ہر مضمون یعنی نظم، طب، نجوم، موسیقی، حکمت، تصوف، ہیئت
ہندسہ، تفسیر، حدیث اور فقہ پر لاتعداد کتابیں تصنیف کیں۔ علاوہ فارسی
اور عربی کے چونکہ سنسکرت زبان کے بڑے زبردست فاضل تھے۔
اس لئے اکبر اعظم کے حکم سے سنسکرت کی بیشتر کتابوں کا ترجمہ فارسی

زبان میں کرتے رہے۔ لیلاوتی (جو کہ سنسکرت زبان میں ریاضی کی کتاب تھی) مہابھارت۔ اتھروبن بید اور بھاگوت گیتا وغیرہ کا ترجمہ ان کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ علاوہ مندرجہ بالا کتب کے اُن کی مشہور و معروف تصنیفات درج ذیل ہیں :۔

تفسیر سواطع الالہام۔

موارد الکلم

مرکز ادوار بمقابلہ مخزن اسرار از نظامی گنجوی۔

سلیمان بلقیس " خسرو شیریں " "

نل دمن " لیلیٰ مجنوں " "

ہفت کشور " ہفت پیکر " "

اکبر نامہ " سکندر نامہ " "

تباشیر الصبح یعنی دیوان فیضی فیاضی جو کہ تقریباً نو ہزار ابیات کا مجموعہ ہے۔ کہتے ہیں کہ مثنوی نل دمن کا جواب آج تک نہیں لکھا گیا۔ ان کے علاوہ فیضی فیاضی کے وہ خطوط جو انہوں نے امورِ سلطنت وغیرہ کے سلسلے میں وقتاً فوقتاً لکھے انشائے فیضی کے نام سے موسوم ہیں۔ یہ خطوط علم و ادب میں ایک نمایاں اور جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔

۱۵۔ اکتوبر ۱۵۹۵ء مطابق ۱۰ صفر ۱۰۰۴ھ میں تقریباً چھ ماہ بیمار رہنے ضیق النفس و استسقا وغیرہ مبتلا رہ کر اس دنیائے فانی سے ہمیشہ کے لئے کوچ کر گئے۔ بیماری کے ایام میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

گر ہمہ عالم بہم آید بجنگ
نشود پائے یکے مو لنگ

دیباچہ

ہندو عوام کا بالخصوص وبشنتر، دیگر مذاہب کا بالعموم یہ عقیدہ ہے کہ خدا اپنی ذات کو دنیا کے سامنے وقتاً فوقتاً مختلف قالبوں میں پیش کیا کرتا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر سری رام چندر جی اور سری کرشن جی کو خدا کا مظہر یا اوتار سمجھا جاتا ہے۔ بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ ان اوتاروں کا ظہور خود بخود نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ عین اس وقت ہوتا ہے جب دنیا میں ان کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ ان اوتاروں کے ذمّے الگ الگ فرائض ہوتے ہیں۔ جن کو وہ مختلف حالتوں اور مختلف شخصیتوں کی صورت میں ظاہر ہو کر پورا کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ شریمد بھگوت گیتا میں اس بارے میں خدا کی طرف سے یوں ارشاد ہوتا ہے ؎

چو بنیاد دین سست گردد بسے
نمایم خود را بشکلِ کسے

روزمرہ کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ جب کسی علاقہ

یا قصبہ وغیرہ میں قانون شکنی یا بدامنی حد سے بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے تو وہاں کی حکومت قیامِ نظم و نسق کی خاطر ایسے باغی حلقوں کے لوگوں کو درست کرنے کے لئے تعزیری پولیس مقرر کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب دنیا میں بدکرداری یا بداخلاقی کا دَور دَورہ شروع ہو جاتا ہے تو پروردگارِ عالم اپنے کسی خاص بندے کو دنیا والوں کی اصلاح کے لئے مامور کر دیتا ہے یہی شخص بعد ازاں خدا کا اوتار کہلاتا ہے۔ اِن اوتاروں یا مصلحین کے مختلف مدارج یا طبقے ہوتے ہیں۔ عام طور پر یہ تین طرح سے ظہور میں آتے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل ہے:-

ا- پہلا طبقہ ان مصلحین کا ہوتا ہے کہ جن کی آمد کے وقت دنیا پر مادیت کے بادل چھائے ہوتے ہوں۔ ہر طرف حرص و ہوا نفسانیت و خود غرضی کا دور دورہ ہو۔ اور خودی و خود بینی کے سوا لوگوں کو کچھ نہ سوجھتا ہو۔ یہ بزرگ جو اس وقت ظہور میں آتے ہیں نیکی کی تعلیم اور اخلاق کا درس دینے میں اپنے اندر ایک خاص کمال رکھتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان کے مصلحین میں سے شری بیاس جی اور شری شنکراچاریہ جی انہیں اوصاف کے مالک تھے۔

ب - دوسرے طبقہ کے بزرگ جو کہ خلوص و ایثار کے پیکر ہوتے ہیں اور جن کی زندگی تقدس و پاکبازی کا مجسمہ ہوتی ہے اس وقت ظہور میں آتے ہیں جب کہ دنیا میں بدکرداری و بدچلنی کا سیل اُمڈ آیا ہو۔ نیز اہلِ دنیا کے احساسات مکمل طور پر فاسد ہو چکے ہوں - مہاتما بدھ - بابا کبیر داس - حضرت مسیح اور گورو نانک کا نام اس سلسلے میں پیش پیش ہے -

ج - جب ہر دو طبقات بالا کے مصلحین کو گزرے ہوئے کافی عرصہ ہو جاتا ہے اور دنیا میں ان کی تعلیمات کا اثر ماند پڑتا دکھائی دیتا ہے اُس وقت قدرت ایسے اشخاص کو جنم دیتی ہے جو کہ تاریخِ عالم کا رخ بدل دیتے ہیں - چنانچہ ہندوستان میں اس درجہ کے ہادی سری رامچندر جی اور سری کرشن جی اور ہندوستان سے باہر پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلعم تھے جو کہ نہ صرف ایک جدید مذہب ہی بلکہ ایک جدید تمدن و سلطنت بھی قائم کر گئے۔

شری کرشن جی

ہندوستان کی ابتدائی تاریخ کی ورق گردانی کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جنگِ مہابھارت برپا ہونے سے پیشتر کا زمانہ ایک عجیب قسم کا فتنہ و فسانہ کا زمانہ تھا۔ اس وقت ہندوستان میں ظلم

وجبر حرص وطمع کی حکمرانی تھی۔ تاجداروں کا شمار راہزنوں سے بھی بڑھا ہؤا تھا۔ بدکرداری عام ہو چکی تھی۔ چنانچہ ضرورتِ وقت کو دیکھ کر قدرت نے ایک ایسے شخص کو جنم دیا جو کہ تعصب، استبداد اور ظلم کا سخت دشمن تھا۔ اور جس نے کہ دنیا کو محبت ومساوات کا درس دیتے ہوئے اپنی ساری عمر دنیا والوں کو راہِ راست پر لانے میں گذار دی۔ اس عظیم الشان اور واجب الاحترام ہستی کو سری کرشن جی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جو جامعیت اور ہمہ گیری ان کی زندگی میں پائی جاتی ہے اس لحاظ سے اُن کا شریک کسی کو نہیں سمجھا جاتا۔ چنانچہ سری رامچندر جی سے بھی ان کا درجہ بلند سمجھا جاتا ہے۔ اِس فوقیت وبرتری کا ثبوت صرف اسی بات سے مل سکتا ہے کہ حکمائے ہند نے دنیا کی عمر کو چار جگوں یا چار زمانوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے ست جگ دوسرے ترتیا جگ۔ تیسرے دواپر جگ اور چوتھے کل جگ۔

ست جگ گویا انسان کی معصومیت کا دور تھا۔ ہر طرف نیکی ہی نیکی تھی اور بدی کا نام تک بھی نہ تھا۔ دوسرے دَور ترتیا جگ میں نیکی کی قوت کچھ گھٹنے لگی اور بدی ونیکی کے مابین ایک اور تین کا تناسب ہو گیا۔ تیسرے دور یعنی دواپر جگ میں

نیکی اور بدی کی قوتیں مساوی ہو گئیں۔ چوتھا **کلجگ** کا دور تھا
جس میں کہ نیکی بالکل مفقود اور بدی مکمل طور پر غالب تھی۔ ہر
طرف بدکرداری و خود غرضی ہی دکھائی پڑتی تھی۔ اب دیکھنا یہ ہے
کہ سری رامچندر جی کی پیدائش ترتیا **جگ** کے خاتمہ اور
دواپر **جگ** کے آغاز میں ہوئی۔ برعکس اس کے سری کرشن جی
اس وقت پیدا ہوئے جب کہ دواپر **جگ** ختم اور **کلجگ** شروع
ہو رہا تھا۔ یعنی یہ کہ اس وقت دنیا میں بدی ہی بدی چھائی ہوئی
تھی۔ اس پرآشوب زمانے میں جنم لے کر اہلِ دنیا کو راہِ راست
پر لانا کچھ آسان کام نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سری کرشن جی کو
دوسروں پر فضیلت دی جاتی ہے۔ ان کی زندگی کا ہر دن بلکہ ہر
لمحہ بدطینت انسانوں کے ساتھ جنگ و جدل کرنے میں صرف ہوتا۔
وہ تمام عمر مظلوموں کو ظالموں کے پنجہ سے نجات دلانے میں مصروف
رہے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خود مہابھارت کی جنگِ عظیم
برپا کرائی اور جب دیکھا کہ اس عظیم الشان قتل و غارت کے بعد
بھی ان کا مقصد پورا نہیں ہؤا تو اسی قسم کی ایک اور جنگ دوارکا
کے قریب برپا کرا دی۔ جس میں کہ تقریباً پانچ لاکھ انسانوں کو
ایک دوسرے کے ہاتھ سے قتل کروا دیا۔ جب جا کر کہیں ہندوستان

میں امن قائم ہوا۔

دنیا کا نظام اسی وقت تک قائم رہ سکتا ہے جب کہ ہر طبقہ ہر جماعت بلکہ ہر فرد کو اپنی اپنی جگہ مکمل آزادی و اطمینان حاصل ہو۔ اور کوئی کسی دوسرے کے کام میں خواہ مخواہ مداخلت نہ کرے۔ چنانچہ یہی عظیم الشان مقصد سری کرشن جی کے ہمیشہ پیشِ نظر رہا اور اس مقصد کو پورا کرنے کے دوران میں جو تلقین وہ کرتے رہے ہیں اس کو شریمد بھگوت گیتا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

شریمد بھگوت گیتا۔

بھگوت گیتا سنسکرت کا لفظ ہے اس کے معنی بھگوان کا گایا ہوا (گیت) ہیں۔ بظاہر تو شریمد بھگوت گیتا ہندوؤں کی مقدس کتاب مہابھارت کا ایک جزو ہے مگر دراصل جیساکہ اوپر بیان ہو چکا ہے شری کرشن جی کے ان مختلف اقوال کا مجموعہ ہے جو کہ وقتاً فوقتاً انھوں نے دنیا والوں کو راہ راست پر لانے کے لئے کہے۔ درحقیقت انسان کی روحانی و جسمانی بیماریوں کے لئے یہ ایک ایسا بیش بہا نسخہ تجویز کیا گیا ہے جس کے مطابق عمل کرنے سے انسان بجا طور پر صحیح انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ پہاڑوں اور

جنگلوں میں مارے مارے پھرنے والوں، مندروں مسجدوں اور کلیساؤں میں خدا کو ڈھونڈنے والوں کے لئے یہ ایک مشعلِ راہ کا کام دیتا ہے۔ اس صحیفے میں اگر ایک طرف روحانیت کا درس دیا گیا ہے، تو دوسری طرف انسانیت کی بھی تعلیم دی گئی ہے۔ متعدد دلائل اور بیش بہا پند و نصائح سے انسان کو اس کے صحیح مقاصدِ زندگی سے آگاہی بخشی گئی ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

lamp and deep Kesge.

اقبالؔ

وہ زرین اصول جن پر زندگی کا دارومدار ہوتا ہے۔ اور جن پر کہ عمل پیرا ہونے سے انسان رفتہ رفتہ بارگاہِ خداوندی میں قرب حاصل کر سکتا ہے مختصراً یہ بتلائے گئے ہیں

ا۔ خدا کا ایک جاننا اور اس کے قرب کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

ب۔ چونکہ خدا کے نزدیک تمام انسان یکساں ہیں اور فضیلت صرف اُسی کے لئے ہے جس کے کام اچھے ہونگے۔ لہٰذا ہر وقت اور ہر لمحہ نیکی کرنا۔

ج۔ اپنے ہر فعل یعنی کام کو کرنے کے بعد خدا کی طرف سونپنا۔
د۔ روزمرہ کی زندگی میں جو کچھ بھی کرنا وہ بغیر کسی لالچ و فائدہ کو ملحوظ رکھ کر کرنا۔ بلکہ اُسے اپنا فرضِ منصبی سمجھ کر ادا کرنا وغیرہ وغیرہ۔

بیشتر اس کے کہ مندرجہ بالا امور کی وضاحت کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے گیتا کے اس روحانی فلسفے کی جانب آپ کی توجہ منعطف کرائی جائے جس کو مسلمان صوفیوں کی اصطلاح میں تصوّف کہتے ہیں۔ چنانچہ جس ترتیب کے ساتھ اس کی تشریح گیتا میں موجود ہے اسی ترتیب کے ساتھ یہاں پر درج کی جاتی ہے۔

روح اور جسم

ارشاد ہوتا ہے کہ رُوح ابدی اور جسم فانی ہے۔ دنیا میں اگر کسی انسان کا لباس پھٹ جاتا ہے تو وہ دوسرا تبدیل کر لیتا ہے۔ اسی طرح جسم بھی روح کا ایک لباس ہے ایک پھٹا دوسرا پہن لیا۔ بچپن جوانی اور بڑھاپا سبھی روح کے لباس ہیں اور دنیا سدا کال ہے۔ روح چونکہ ہمیشہ زندہ رہتی ہے اس لئے اس کی تبدیلی کا غم بے سود ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار

سے واضح ہوتا ہے ؎

غمِ آن مخور کو نیاید ببار | بیا بر سخنہائے من گوش دار
من و تو دگر ہر چہ موجود ہست | ہمیشہ گرفتارِ این بود و ہست
تغیر بجسم ست و جاں فارغ است | حوادث برین است آن فارغ است
بگرمی و سردی تنت آشنا ست | نہ جانت کہ فارغ ز سرد و سرا ست
تنِ ہر کسے ہمچو جامہ بود | شود پارہ ہر گاہ کہنہ بود

پوشندۂ جامہ جان ست تام
خیالِ فنا گشتنش ہست نام

حواسِ خمسہ اور نفسِ انسان۔

بیان کیا گیا ہے کہ نفسِ انسان پر مختلف حواس کے ذریعے سردی، گرمی، آواز، لذت اور بو کا کافی اثر پڑتا ہے اور یہ کہ انہیں اثرات کی وجہ سے انسان آرام یا تکلیف محسوس کرتا ہے۔ چونکہ یہ رنج و راحت بیرونی تعلقات کی وجہ سے حواس پر مسلط ہوتے ہیں اس لئے یہ بے اصل ہیں اور ان کا خیال فضول ہے۔ اس کے بعد نفسِ انسانی کی طرف بار بار توجہ دلائی گئی ہے کہ ہر سہ نفس یعنی کہ نفسِ امارہ (تموگن) نفسِ لوامہ (رجوگن) اور نفسِ مطمئنہ (ستوگن) کی کیا کیا خصوصیات ہیں اور یہ کہ انسان اُس وقت تک کامیاب

نہیں ہو سکتا جب تک وہ نفسِ امّارہ (تموگن) کو قبضہ میں نہ لے آئے۔ نجات صرف اسی کے لئے ہے جس نے کہ نفسِ امّارہ پر قابو پالیا چنانچہ ملاحظہ ہو؎

رجوگن۔ ستوگن۔ تموگن، سہ گن ہمہ خلق زانہا بود بے سخن
ازو ہر سہ گن مے شود آشکار کہ موقوف آنہا بود جملہ کار
ستوگن بود خوئے اہلِ کمال کہ یابند زاں دولتِ بے زوال
صفائے ستوگن چو آئینہ داں ازو ہست تسکین آرامِ جاں
ہماں دانش و معرفت مے دہد کہ انساں نہ آمد شدن وا رہد
رجوگن ہمہ تن تمنّا بود ازو کار کردار پیدا بود
اگر جامہ را در رجوگن گذاشت بصفہائے نیکاں علم بر فراشت
تموگن بود موجبِ غافلی ازو سر زند جاہلی کاہلی
اگر در تموگن گذشت از جہاں بود داخلِ زمرۂ ابلہاں
تموگن بہ تحت الثریٰ مے برد بہ بیں از کجا تا کجا مے برد

(بود نفسِ امّارہ خصمِ قوی
بکن جہدِ مردانہ شو مدعی

عرفان۔

اب قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اپنے نفس پر کیسے قابو

پایا جائے۔ اِس کے متعلق یہ بتلایا گیا ہے کہ اس پر قبضہ پانے کا واحد ذریعہ عقلِ سلیم ہے۔ چونکہ جسم کا کام صرف فعل ہے خواہ اس فعل سے کوئی نتیجہ برآمد ہو یا نہ۔ اگر یہ فعل عقلِ سلیم کے تعاون سے سرزد ہو تو وہ ضرور مقبول ہوگا۔ لہٰذا قرار پایا کہ عقلِ سلیم کا حاصل ہونا ہر انسان کے لئے نہایت ضروری ہے اور یہی سب سے بڑی کامیابی کا راز ہے چنانچہ ہر وہ انسان جو کہ عقلِ سلیم رکھتا ہو۔ بہت جلد ہی ایک ایسے منصبِ جلیلہ پر فائز ہو سکتا ہے جس کو کہ گیان جوگ یا عرفان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور اس مرتبے پر پہنچنے والے کو عارف کہتے ہیں۔ عارف بننے کی خواہش رکھنے والے کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ حرص و ہوا کو ترک کرے۔ خواہشات نفسانی کو پاس نہ پھٹکنے دے اور اپنی زندگی میں کم از کم مندرجہ ذیل تیرہ اصول پر سختی سے کاربند ہونے کی کوشش کرے۔

۱۔ خدا کی ذات میں مستغرق رہنا
۲۔ صفات پرستی۔
۳۔ حواس پر قابو۔
۴۔ دل پر قابو۔
۵۔ ضبطِ محسوسات۔
۶۔ زہد۔
۷۔ عمل۔
۸۔ خیرات۔
۹۔ تحصیلِ علم۔
۱۰۔ حبسِ دم۔

۱۱- کم گفتن ۱۳- کم خوردن۔

۱۲- کم خفتن۔

ان اصولوں کی پابندی کے علاوہ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کا بیشتر حصّہ کسی مردِ کامل کی صحبت میں گزارے جب یہ تمام مرحلے طے ہو جائیں گے تو اُس وقت وہ اپنے آپ کو ایک ایسی دنیا میں پائے گا جو کہ اُس کی حقیقی منزلِ مقصود ہوگی۔ یہی دنیا والوں کی انتہا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ؎

ثنا سائے من عارفِ کامل است — بہر رنگ یادِ منش در دل است

بود عارف آنکس کہ مغرور نیست — ریا پیشگی باش منظور نیست

گر او در حقیقت پرستید حق — بہ بخشائشِ او بود مستحق

اگر غیریت مے برآرد ز دل — بعرفانِ حق مے شود متصل

جہاں پردۂ ہست بر روئے جاں — نہ بردارد او را بجز عارفاں

بود ہر کہ عارف خدیوِ جہان است — برائش بنائے زمین و زمان است

خدا نیست عارف ولے از خدا — جدا نیست نزدیک اہلِ صفا

ہمہ در فنائیست عارف بجاست

کہ او رفتہ است خود و باخدا است

جلوۂ حق۔

جس وقت عارف اپنی منزلِ مقصود کو پہنچ کر قربِ خداوندی کو حاصل کر لیتا ہے تو اُسے نظامِ دنیا میں ایک بڑی زبردست تبدیلی نظر آنے لگتی ہے۔ کیونکہ اُسے نہ اپنا آپ اور نہ ہی کچھ اور سوجھتا ہے اسے وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کے جلوے دکھائی دیتے ہیں۔ جدھر نظر دوڑاتا ہے اسے اپنے معبودِ حقیقی کا پرتو ہی نظر آتا ہے۔ چنانچہ صُوفیوں کے اس مشہور و معروف عقیدہ لا موجود الا اللہ کی تفسیر حسِ لطیف پیرایہ میں شریمد بھگوت گیتا میں وقتاً فوقتاً بیان کی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں:۔

منم آنکہ اوّل ظہورِ من است	جہاں روشن از شمعِ نورِ من است
مرا اوّل نہ آخر آنکس کہ دید	بجائے کہ نتواں رسیدن رسید
جہاں ست معدوم موجود جان	بود پرتوِ ذات معبود جان
عرض راست تغییر جوہر بجا ست	یقیں داں کہ آں مہر انور بجاست
منم حرفِ اوّل کہ من گفتہ ام	بصد رنگ دیگر سخن گفتہ ام
زمیں ہم منم آسماں ہم منم	مکیں ہم مرا داں مکاں ہم منم
مرا ظرف و مظروف ہر دو بداں	مرا صرف و معروف ہر دو بداں

منم مہر و من ماہ و من اخترم ۔۔۔ منم آنکہ از جملہ بالاترم
منم قعرِ دریا و ساحل منم ۔۔۔ منم آبِ حیواں ہلاہل منم
دریں کارگہ ہر چہ ہستم منم ۔۔۔ گواہِ بد و نیک عالم منم
ہمہ در یکے ہیں یکے در ہمہ ۔۔۔ نگاہ از تامل فگن بر ہمہ
ہمہ رفتنی او بجائے خود است ۔۔۔ کہ اینہا ہمہ او برائے خود است

(اگر یافتی کارِ خود ساختی
دگرنہ عبث عمر در باختی

فعل یا عمل

یہ تو تھیں روحانی باتیں اب تصویر کا دوسرا رُخ لیجئے یعنی یہ کہ دنیا میں رہ کر انسان کو کیسے زندگی بسر کرنا ہے۔ گیتا کی تعلیم یہ نہیں کہ انسان دنیا کو تیاگ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں جا چھپے بلکہ یہاں تو اس کے بالکل برعکس مشورہ دیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ انسان وہی ہے جو اپنے افعال و اعمال سے اپنے آپ کو صحیح انسان کہلانے کے لئے تگ و دو کرے۔ دنیا میں رہ کر انسانیت کی زندگی بسر کرے۔ سب سے پہلے تو اسے دیکھنا چاہیے کہ اس کا ہر فعل یا عمل رضائے الٰہی کے ماتحت ہو۔ اپنی ہر بات کو خدا کی طرف سونپے۔ جو شخص اس طرح سے زندگی بسر کرے گا وہ

یقیناً رحمتِ خداوندی کا مستحق ہوگا۔ چنانچہ اِس بارے میں یُوں ارشاد ہوتا ہے۔

عمل ہر کہ بہرِ خدا مے کند	بمنزل گہِ قدس جا مے کند
برائے خُدا کُن ہمہ کارہا	مجو ہیچ پاداشِ کردارہا

یہ تو تھی عمل کی ایک قسم اب دوسری اقسام کو لیجئے۔ پیشتر اس کے کہ انسان اندھا دھند عمل کرنا شروع کر دے اُس کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنے فرائضِ منصبی سے مکمل طور پر آگاہ ہو۔ اور پھر پورے طور پر نڈر ہو کر اُن پر عمل کرنے کی کمر باندھ لے۔ اپنے فرائض کی ادائیگی کے دَوران میں کسی قسم کے خوف، طمع، دوستی، قرابت اور دیگر ہر قسم کے دنیاوی تعلقات کو نزدیک بھی نہ پھٹکنے دے۔ جہاں تک ہو سکے ضمیر فروشی سے اجتناب کرے اور جس بات کو وہ درست سمجھے بلاپس و پیش کر گزرے۔ مثلاً ایک نوجوان اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا اپنے والد کی موجودگی میں کسی قابلِ مواخذہ جُرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ بیٹا ملزم کی حیثیت سے اور باپ بطور گواہ عدالت میں پیش ہوتے ہیں۔ اس وقت اس بُوڑھے باپ کی عجیب کیفیت ہے۔ اُس کے دل و دماغ میں ایک عجیب قسم کی کش مکش پائی جاتی ہے۔ ایک طرف شفقتِ

پدری کا جوش ہے تو دوسری طرف قانون وقت کا احترام، ایک نظر بیٹے پر ہے تو دوسری کرسیٔ عدالت پر۔ عجیب الجھن میں پھنسا ہوا ہے۔ اگر سچ بولتا ہے تو بیٹا سزایاب ہو کر اُس کے ہاتھ سے جاتا ہے اور اس کا ذریعہ معاش بند ہو جاتا ہے۔ اگر جھوٹ بولتا ہے تو اس کی غیرت گوارا نہیں کرتی اور ضمیر ملامت کرتا ہے۔ اِن حالات میں شریمد بھگوت گیتا کی تعلیم اُسے سبق دیتی ہے کہ وہ اپنی اخلاقی جرأت سے کام لے کر سارا واقعہ سچ سچ کہہ دے عدالت کو صاف صاف کہہ دے کہ اُس کا بیٹا واقعی مجرم ہے نہ یہ کہ آج کل کے زمانے کی طرح جیسا کہ ایک نوجوان اپنی دولت مندی کے غرور اور گھمنڈ کی وجہ سے کسی غریب ہمسایہ پر کوئی ظلم ڈھاتا ہے۔ مظلوم آہ و بکا کرتا ہے۔ پولیس میں پہنچتا ہے یا عدالت میں۔ اس وقت مجرم کے والدین۔ خویش و اقارب اور دیگر رشتہ داروں کی انتہائی کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ اوّل تو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے ہی نہ پائے۔ اور اگر بفرضِ محال کوئی عادل مظلوم کی دادرسی کرنے کو تیار بھی ہو جائے۔ تو وہ ملزم کو بے گناہ ثابت کرنے میں اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں گے۔ یہ فعل گیتا کی تعلیم کے بالکل منافی

ہے۔ وہاں تو صرف یہی کہا گیا ہے کہ جس فعل کو درست سمجھو کرتے رہو۔ کیونکہ اچھے افعال ہی سے انسان سرفراز ہوتا ہے جیسا کہ مندرج ہے:۔

زاعمال صورت گرفتہ جہاں ۔۔۔ زاعمال آمد جحیم و جناں
عمل مے رساند بحدِ کمال ۔۔۔ عمل مے رہاند زبندِ وبال
عمل کن عمل کن کہ خامی ہنوز ۔۔۔ مکن ترک آں تا تمامی ہنوز
رسد بے عمل کے بمعراج جوگ ۔۔۔ عمل مے نہد بر سرش تاج جوگ

زکارے نکو مے رود در بہشت
بقعرِ جہنّم برد کار زشت

بس یہی نہیں کہ انسان اچھا عمل کرتا رہے۔ اور دل میں سوچے کہ اس کی نجات ہو جائے گی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ایک اور بات بھی ذہن میں رکھنی پڑے گی۔ جو سب سے زیادہ مشکل ہے۔ یہ ایک ایسی کڑی شرط لگا دی گئی ہے کہ بڑے بڑے مردانِ کار بھی اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں۔ وہ یہ کہ انسان جو فعل بھی کرے وہ بغیر کسی لالچ یا معاوضہ کی امید سے کر گذرے۔ اُسے اپنا فعل کرتے وقت دل میں یہ خیال تک بھی نہ لانا چاہئے کہ اُس کے عمل کا نتیجہ کیا ہو گا یہ اُسے فائدہ ہو گا

یا نقصان ۔ اُسے عزّت نصیب ہو گی یا ذلّت ۔ اپنے ہر عمل کے دوران میں سوچنا چاہئے کہ وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے اُس کے فرائض منصبی میں داخل ہے ۔ وہ نہ تو کسی پر احسان کر رہا ہے اور نہ ہی کسی کو عمداً نقصان پہنچانے کا خواہاں ہے ۔ اُس کے ذمّہ صرف فرض کی ادائیگی ہے اور بس ۔ تاریخِ عالم کی ورق گردانی سے آپ کو متعدد مثالیں ایسی ملیں گی جن سے واضح طور پر ثابت ہو جائے گا کہ بیشتر چھوٹی چھوٹی اور کمزور قومیں ملکی بچاؤ کو اپنا فرضِ منصبی سمجھتی ہوئیں پروانہ وار آزادی کی شمع پر جل کر ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو گئیں ۔

انفرادی حیثیت سے بھی ایک نہیں سینکڑوں مثالیں ایسی موجود ہیں کہ کس طرح بزرگانِ دین حق و صداقت کی خاطر جبر و استبداد کا شکار ہو گئے ۔ اور اُف تک نہیں کی ۔ صرف اس لئے کہ وہ جس فعل کی وجہ سے رنج و محن کی سختیاں برداشت کرنے پر مجبور ہوئے ۔ وہ ان کے فرائضِ منصبی میں داخل تھا ۔ اُنہیں حق و باطل میں تمیز تھی ۔ جو کچھ بھی انہوں نے کیا درست جان کر اور بغیر کسی نفع یا نقصان کی خواہش کے کیا ۔ یہی ہے صحیح انسانیت اور سیدھی راہ جس کا اشارہ شریمد بھگوت گیتا

ہیں یوں کیا گیا ہے ؎

گر از نخلِ کردار خواہی ثمر
بشوی خوار در چشمِ اہلِ نظر

کسے کو نتیجہ نخواہد ز کار
ہما نست مقبولِ پروردگار

جزائے عمل خواستن خوب نیست
بامید دل کاستن خوب نیست

نخواہد اگر کس جزائے عمل
کند صرف ہمّت برائے عمل

زاعمال ہرگز نتائج مخواہ
بکن محو خود را بذاتِ الٰہ

یہ ہے مختصر خلاصہ سری کرشن جی مہاراج کے اس اپدیش کا جس کو کہ شریمد بھگوت گیتا کے نام سے موسوم کیا گیا ہے غور سے پڑھئے اور اُس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کیجئے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی جہنّم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اقبال

محمد مقبول شاخلو اسلام آبادی
طالب علم جماعت سکنڈ ایئر ایف۔ ایس۔ سی۔ پی کالیج سرینگر۔

ایں کتابِ بھگوت گیتا از کتب بہترین و پُر نصائح است - من ایں کتاب

ادھیائے اوّل ۔ بکھیا جوگ

طرازندۂ داستانِ کہن
بدیں ساں بیفگند طرحِ سخن
کہ پرسید دھرتراشٹ از سنجی این
کہ کرکھیت رشکِ بہشت برین
بود مزرعۂ آخرت در جہاں
درین جا رسیدند چوں کوروان

دھرت راشٹر ۔ سنجے ۔ کورو کشیتر کا میدان ۔ کورو

دگر پانڈواں از پئے کارزار
چناںست ایں قصہ اے ہوشیار
جوابش چنیں گفت کاۓ بادشاہ
بہ بستند ہر دو صفوفِ سپاہ
چو فرزند تو فوجِ دشمن بدید
بہ نزدِ درُونا اچارج رسید
بگفتش بہ ہیں لشکر پانڈواں
نظر کُن کہ ترتیب دارد چساں
درشتدمن ہست سالار فوج
جگر دار بیشس رونقِ کارِ فوج
بلی بھیو بھیمے بہ پہلوے او
دگر نکل وسہدیو بازوے او
دگر ارجن است آں چناں پہلواں
کہ لرزد زخوفش بخود آسماں

سرجادواں سانیک نامدار
قوی پنجہ بیراٹ دشمن شکار
دگر راجہ جُجدُاں بفوجِ گراں
مہیّا ئے کیں ہمچو شیر ژیاں
درو پدیل عرصۂ رزمگاہ
کند گرد فوجش جہانرا سیاہ
رئیس رئیساں دگر کاشی راج
شہانرا از و چشم اکلیلِ تاج
دگر کُنتِ بھوج و دگر شیویار
دگرا بھمن مردِ میدان کار
بصد زور و طاقت دگر پُرجت است
بدلہائے شیراں از و ہیبت است
جہاں پہلواں اُتموجا دلیر
دگر دہرشٹ کیت است مانند شیر

[illegible]

دگر پنج فرزند این پانڈوان
کہ از دروپدی ہست میلاد شان
(مہار تھی ہستند در کار زار
شود ہر کسے رو کشش دہ ہزار
کسانیکہ یاران کار من اند
بزور و نما دستیار من اند
شماید بھیکم ندیم المثال
دِگر کرپ اُستادِ کارِ قتال
قوی بازوے من ز فرزند تست
دگر کرن غمخوار مانند تست
(دگر سوم دت ہست دہم بکرن
دگر پہلوانان و خویشانِ من
کہ اینہا مراعاتِ من کردہ اند
پیٔ من بلا را وطن کردہ اند

سپه آں طرف گرچہ کمتر بود
ولے ہر دلیرے چو اژدر بود
بظاہر بود فوج من بیشمار
چہ حاصل کہ بجیکم بمن نیست یار
گرفتم کہ با دشمناں جنگ کرد
بخود کار از شرم من تنگ کرد
مراعات دشمن چو منظور اوست
کند صرف آں ہرچہ مقدور اوست
خوش است ار دل او بدست آورید
کہ بر فوج اعدا شکست آورید
چو ایں گفتگو تا بہ بجیکم رسید
بہ پیچید و خود را بمیداں کشید
چناں مہرۂ خویشتن در نواخت
کز آواز او شیر زہرآب باخت

جنگنامہ بیتامہ

بلب گشن را پنج جن[1] چوں رسید
تو گوئی کہ صورِ قیامت دمید
دگر دیو دت مُہرہ از جن گرفت
کہ لرزہ بر افواجِ دُشمن گرفت
بر آوازہ چوں بھیم پُنڈر[2] یک کرد
جہاں چوں شب داج تاریک کرد
بدھشٹر بکف مہرہ خویش[3] داشت
صدایش دل دُشمناں ریش داشت
نکل ہم سو گھوش[4] را می نواخت
دل شیر مرداں از دم می گداخت
چو تن پُشپ سہدیو آغاز کرد
بلاں از ہر موئش پرواز کرد
دروپد شکھنڈی در شد ارد من
دگر سا بنک و ابھمن صف شکن

[1] نامی شنکھ [2] پونڈر [3] اننت وجے [4] سگھوش منی پشپک

دگر شاہِ کاشی و بیراٹ نیز
ہماں پنج پوران صاحب تمیز
گرفتند ایں جملہ چوں مہرہ ہا
قیامت نمودار شد در وغا
دلیرانِ دریودہن خشم گیں
نشاندند صف بستہ از بہرِ کیں
کماں را گرفت ارجن راست کیش
کہ در عرصۂ کیں برد کار بیش
نظر کرد بر لشکرِ کوروان
سخن گفت با کشن کاے رازداں
رتھِ من میانِ دو لشکر بیبر
بہ بینم کرا ہست دعوے بسر
کدا می مہیاے جنگِ من است
کدا می نشانِ خدنگ من است

که بر روئے من میکشد خویش را
که میخواہد از من دلِ ریش را
کرا تاب قتل و قتالِ من است
کرا در سر خود خیالِ من است
(رہنش کشن آوردہ در رزمگاہ
بگفت این که اے شاہ انجم سپاہ
شمارم بتو نامِ جنگ آوراں
بزور آوراں عرصہ تنگ آوراں
یکے بھیکم ست و درونا دگر
که دعویست این ہر دو کس رابسر
نظر کرد بر گفتۂ کشن و گفت
که اے واقفِ رازہائے نہفت
ہمہ خویش و قوم و تبارِ من اند
نکردہ کشن کارزارِ من اند

که گرم دغا شد بخویشان خویش
که اعضائے خود را نمودست ریش
درین کار حیران کارم بسی
در اندوه و غم دل فگارم بسی
بهم خشک و مو بر تنم خاست ست
ازین غم دل و جان من کاست ست
زدستم قریب است افتد کمان
که در من نماندست تاب و توان
(گرفتم بخویشان ظفر یافتم
ازین کشت و خون مال و زر یافتم
چه لذت که از قوم یک کس نماند
ازین کار دستم بباید فشاند
اگر قوم شد کشته از دست من
به نفرین کشایند لب مرد و زن

دگر کُشته گردم من از دستِ شاں
چہ حاصل کہ جانم رود رائیگاں
ز تخت و ز تاج و ز ملک اے حبیب
چہ خیزد کہ زینجاست رفتن قریب
اگر چند با ما بدی کردہ اند
بمکر و حیل دشمنی کردہ اند
مگر جنگ کردن نباید مرا
بغیر از تغافل نشاید مرا
یقین ست دریودھن و کوروان
جفا پیشگانند درین جہاں
نہ از پیر ترسند و نے از پدر
بخلق اند اینہا عجب فتنہ گر
سزاوار قتل اند و خونریزی اند
پس از قتل بر بابِ آدینی اند

ولے پاسِ ناموس سدّ رہ است
کہ دستم زخونریزشاں کوتہ است
نماند زمرداں چو نام و نشاں
بگردند آوارہ ہر سو زناں
شود برن شنکر از آنہا پسر
نیابی زنامِ نجابت اثر
چو اولاد پیدا شود از حرام
بہ پترال رسد کے ثوابِ طعام
بدوزخ رسد عالمے زیں سبب
کشند ہمہ رنج و درد و تعب
نہ بندم بخویشاں کمر بہر جنگ
بمن قافیہ گر نمایند تنگ
جہاں داد را راست گفتم اگر
نگوئی پئے جنگ کردن دگر

(چنیں گفت وآں پہلوانِ اسست کیش
کمانرا بیفگند از دستِ خویش

ادھیائے دوم سانکھیہ یوگ

دلش خوں ز اندیشہ چوں کشتن دید
(بگفتش کہ اے نخلِ باغ اُمید
نہ زیبد چنیں گفتگو کردنت
بدشمن ضرورست رو کردنت
جگر کندنت شہرۂ عالم است
(زِ آوازہ ات عالمے درہم است
تو آں گفتگوِ کردہ اختیار
(کہ بنود سزاوارِ مردانِ کار
بدہ ہمت از دست در رزمگاہ
کہ بد دل بود در میاں دستگاہ

ندانی کہ جرأت بجنت برد
کند بد دلی خوار و عزت برد
بمیدان کیں چوں دلیراں درآ
چو خورشید با تیغ عریاں درآ
بگفتا کہ مختار من جنگ نیست
(کہ خصمے اخواں بجز ننگ نیست
ازیں بادشاہی گدائی خوش است
بہ تکلیف من گر نیائی خوش است
اگر تیغ من قتل ایشاں کند
چہ حاصل کہ خاطر پریشاں کند
(ازیں فتح خوشتر ہزیمت بود
کنارہ گرفتن غنیمت بود
بخوں لقمہ آلودہ بردن بکام
بود سخت مکروہ و از بس حرام

برین ہم ندانم کہ باید ظفر
گرا شاید یا کہ آید زبر
گرانتخت فرماندہی مے دہند
گراتخت سر بر خاک میداں نہند
(زدستم نمی آید این گونہ جنگ
ازین پیش بر من مکن کار تنگ
دل از غم بدرد آمد و کاست جاں
زاعضائے من رفت تاب و تواں
(کنوں چارۂ کار من خوشتر است
بوضع دگر گوں سخن خوشتر است
سخن کشش سر کرد خندہ دہاں
(کہ اے غافل از سر کار جہاں
چہ بیہودہ غم میخوری دمبدم
کہ سودے نمے بخشد این رنج و غم

غم او بخور محنتِ او بکش
که بے او بحرماں رود جان خوش
غم آں مخور کو نباید ببار
بیا بر سخن ہائے من گوشدار
من و تو دگر ہر چہ موجود ہست
ہمیشہ گرفتار این بود و ہست
بہر سہ زمانیم در این جہان
بتغییر و تبدیل نام و نشان
تغیر بجسم ست و جاں فارغ است
حوادث برین ست آں فارغ است
بگرمی و سردی تنت آشنا ست
نہ جانت کہ فارغ ز سرد و سرا ست
بوقتِ معین اجل میرسد
بہر نیک و بد بے خلل میرسد

بسے بادشاہان لشکر کشان
بخاک اوفتادند از دست شان

زمانہ بیک وضع بودے اگر
نمی یافت فرزند جائے پدر

غم این عزیزان چرا مے خوری
چرا پردۂ راز را مے دری

تنِ ہر کسے ہمچو جامہ بود
شود پارہ ہر گاہ کہنہ بود

پوشندۂ جامہ جانست نام
خیال فنا گشتنش ہست خام

چہ یارائے تو تا کسے را کشی
بہ میدان بنہ پا بصد دلخوشی

ہر آنکس کہ آگاہ این راز ہست
بر ہوشمندان سر افراز ہست

بود شادی و غم یکے پیش او
ہمیشہ فراغت بود کیش او
ترا دوست میداشتم بسکہ من
کہ گفتم ز اسرار معنی سخن
فنا نیست بر گل بوُد بر سبُو
پراگندگی را بہ ترتیب جُو
شناسند مردان اسرار بیں
کہ دایم بود ذات جاں آفریں
دگر ہر چہ باشد عدم میشود
نہ ہر وقت بل دمبدم میشود
چناں است منشور جاں در بدن
کہ شمع فروزندہ در پیرہن
و لے در نمی یابدش ہر کسے
نشُد معنیش مُنکشف بر کسے

مقیّد نباشد چو او مُطلق است
مُنزّہ مبرّا چو ذاتِ حق است
جہان است معدوم موجود جان
بود پرتوِ ذاتِ معبُود جان
عرض را ست تغییر جوہر بجا ست
یقیں داں کہ آں مہرِ انور بجا ست
نہ ادنیٰ نہ اعلیٰ نہ او را ست وسط
نہ زادہ نہ زائد بود یک نمط
نہ طفل و نہ برنا نہ پیر ست او
سمیع و بصیر و خبیر است او
نہ سوزد بہ آتش نہ آتش بُرد
نہ مستی نہ غفلت نہ خوابش بُرد
نہ آید بہ ادراک کس رازِ اُو
جہاں جملہ احیائے یک نازِ اُو

بچشمِ حقیقت تواں دیدنش
بدل اندروں ہمچو جاں دیدنش
اگر اعتقاد تو از جن چنین است
کہ جاں نیز مخلوق جاں آفرین است
بر ینہم غم و غصہ ات کے رواست
(کہ مخلوق را ایں بیشں راہِ فناست
اگر جاں فنا ہیشد ے اے عزیز
بجا بودے از کشتت وخونت گریز
چو جانرا فنا نیست ایں فکر چیست
ہمہ زندہ ہستند پس مُردہ کیست
ز ملکِ عدم ما ہمہ آمدیم
دمے چند از زندگانی زدیم
(بآخر بسوئے عدم مے رویم
بکامِ اجل یک قلم مے رویم

بیندیش ہرگز ز مرگ و عذاب
ز میدانِ مردان رُخِ خود متاب
یکے می شناسد جہاں را عجب
یکے از شناسائیش در تعب
(یکے را بحیرت دَرِ دیدہ دا ست
یکے وہم داند کہ گویا کجاست
بکاریکہ مامور ہستی بکُن
بجنگے آوری چیرہ دستی بکُن
توئی چہتری بد دلی عار تست
دلیری بمیداں سزاوارِ تست
شہادت کہ نبود ازاں برتری
نصیبِ کسے نیست جز چہتری
خوش است ار بہ بندی کمر بہر جنگ
کُنی عرصہ کار بر خصم تنگ

ز پس خم زدن عار خود را مخواه
مشو پیش اہل جہاں دستگاه
اگر شُستہ گردی بخلد ست جائے
وگر منتجبابی شوی بادشائے
بمیدانِ مرداں قوی دار دل
مگرداں رُخ خود کہ گردی خجل
بدو زندگی چوں حباب اے پسر
بماں نیک نامیِ خود در نظر
مطابق بساکنم ست ایں گفتگو
کہ از دوستی باز گفتم بتو
اکنوں حرف از یوگ سر میکنم
ز اشغالِ آنت خبر میکنم
طریق است مشکل اگر میروی
ازیں تنبد ہستی رہا بیشوی

بود یوگ مقبول اہل نظر
کمش فائدہ میدہد بیشتر

بر آید بخیرات و جگ کام دل
ولیکن نمی بخشد آرامِ دل

بجگ نیست جز آتش افروختن
تنے چند جاندار را سوختن

طمع میکند کار عالم خراب
طمع میرساند بنا را به آب

رجوگن ستوگن تموگن سہ گن[1]
ہمہ خلق زانہا بود بے سخن

ازیں ہر سہ گن جوگ سازد جدا
کند جوگ واصل بذاتِ خدا

عمل کن بگفتارِ من شاد شو
ز تشویش آمد شد آزاد شو

[1] رجوگن نفس لوامہ ۔ ستوگن ۔ نفس مطمئنہ ۔ تموگن ۔ نفس امارہ

سخن گو بود خوے اہل کمال
کہ یا بند زاں دولت بے زوال
بہ نزد کسے کو تمنا کش است
تم ورج بقدر ضرورت خوش است
ز اعمال ہرگز نتایج مخواہ
بکن محو خود را بذات اِلٰہ
گر از نخل کردار خواہی ثمر
شوی خوار در چشم اہلِ نظر
اگر جوگ را میکنی اختیار
نماند بدنیائے دوں ہیچ کار
بغفلت سرشتانِ دُنیا طلب
بہ بیہودہ گویانِ دُور از ادب
کجا ہست معلوم اسرار جوگ
نہ آید ازیں مرداں کار جوگ

ربا پیشگان سراپا دَغل
نمایند در کارِ مردم خلل
درآرند در دامِ تزویرِ خویش
(بہر رنگ سازند تسخیرِ خویش
بود بحرِ عرفانِ حق بیکراں
حبابیست در موج خیزش جہاں
نماند چو با نیک و بد کارِ تو
بود ترک و تجرید اطوارِ تو
بکُن ورزشِ جوگ در روز و شب
کہ ظاہر شود جلوۂ نورِ رب
چُنیں گُفت ارجن کہ اے ازداں
بگو جوگ را تا نماید عیاں
بگفتا کہ کارش نباشد بکس
نہ اُفتند بشہدِ ہوس چوُں مگس

رسد آنچه بر وے کند صبر او
کند بر سگِ نفسِ خود جبرِ او
ندارد بلذاتِ دُنیا خیال
نشیند به نزدیک اہل کمال
بود پاسِ انفاس منظور او
بود نامِ حق ذکر و مذکور او
نیاید بجُز رحم زو ہیچ کار
بود خوئے او خوئے آمرزگار
بظاہر نباشد دلش آشنا
بباطن بود محوِ ذاتِ خدا
نیابد برو دستِ قُدرت حواس
بود کار او جُملہ شکر و سپاس
بود آشنا تا بلذت زباں
نیابد مذاق ریاضت زیاں

ز حرص و ہوا کار گردد خراب
براند طمع آدمی را بآب[1]

دل خود ہر آنکس کہ آرد بدست
بکنجِ توکّل تواند نشست

غذا کم کند خواب بگذارد او
دل خود بسوئے کسے دارد او

گرفتارِ جستہا ست کورے بچاہ
ازاں غافل از آخرِ کارِ آہ

بود حالِ غافل سرشت بجاں
کہ بگسست از رشتیش ریسماں

دلِ آگاہ آرام دارد مدام
نداند کہ چوں میرود صبح و شام

تو بیداریٔ مردمانِ جہاں
تصوّر بکن ہمچو خوابِ گراں

[1] آبرو

شناوند اینہا بدریائے شور
نہ در پاست طاقت نہ در دست زور
بزورِ ہوا ہر طرف میروند
(بجذر و مدِ[1] اُو تلف مے شوند
ہر آنکس کند توبہ از آرزو
بہ پیشِ من آنست مردِ نکو
بیادِ خدا یک نفس ہم خوش است
کہ یکدم بہ او از دو عالم خوش است
بسانِ کشف گر کشد دست و پا
کہ آنجا بود دست آں مرد را
چو حق را کنی یاد باطل رود
خیالاتِ بیہودہ از دل رود
تمنّا بوَد مانعِ ہر کمال
تمنّا بوُد باعثِ ہر زوال

[1] مد و جزر

تمنّا کند مرد را سینہ ریش
تمنّا دل از حق کشد سوئے خویش
شود عقل زائل ز حرص و ہوا
برد از دلِ سینہ صافاں صفا
نشُد ہر کہ صاحبدل او غافل است
گرفتارِ آمد شدِ منزل است
بود ہمچو کشتی دلِ غافلاں
کہ بادِ ہوا ایست او را کشاں
دلِ عارفاں ہمچو دریا بود
کہ صد جوئے در وے فرو میرود
ہر آنکس ز دامِ تمنّا پرید
دلِ خویشتن از ہمہ سو کشید
بروں آر حرص و ہوا را زِ دل
کہ روزِ جزا تا نگردی خجل

ادھیائے سوم بکرم جوگ

(باو گفت ارجن اگر ہمچنیں است
چرا خاطر تو طلبگار کیں است
تقید چرا مے نمائی بہ من
کہ بر لشکرِ کوروان حملہ زن
میفگن مرا در بلا اے عزیز
خدا را بہ ترس از خدا اے عزیز
مگو از غرض حرف با من مگو
بسا لوس گفتن نباشد نکو
خوش ست از طریقت نمائی مرا
کہ بخشد زغمہا رہائی مرا

بگفتا دو فرقہ است دراین جہاں
یکے اہل دنیا یکے عارفاں
غرض آشنایند اہل دول
ندارند کارے بغیر از دغل
دگر را خیالِ کسے دوسراست
کہ اورا کشش از ہمہ برتراست
نگردد زبانش بجز نام او
نباشد بجز یاد او کام او
نکوکار را تا توانی بکن
بہ نیکو روش زندگانی بکن
ز اعمال صورت گرفتہ جہاں
ز اعمال آمد جحیم و جناں
عمل مے رساند بحمد اللہ کمال
عمل مے رہاند ز بند وبال

چو کامل شوی ترک آں بایدت
فراغت ز ہر کارے شایدت
عمل کن عمل کن کہ خامی ہنوز
مکن ترک آں ناتمامی ہنوز
(نخستیں عمل بعد ازیں ترکِ کار
اگر مے نمائی شوی رستگار
بظاہر مکن ضبطِ حس از ریا
بباطن بکن صرف ہمت بپا
عمل ہر کہ بہر خدائے کند
بمنزل گہِ قدس جائے کند
ہر آں کس پئے نفس خود کار کرد
دلِ خویشتن را گرفتار کرد
رسیدن بکام دلے مشکل است
کزیں راہگذر دُور آں منزل است

برائے خدا کن ہمہ کار ہا
مجو ہیچ پاداشں کردار ہا
کہ برہماست مخلوق خالق نخست
کہ بنیاد عالم ازو شُد درست
پے کثرتِ خلق جگ آفرید
دکانہائے کردار بسیار چید
ز جگہائے بنائے عمل محکم ست
ز اعمال بنیادِ ہر عالم ست
اگر از پئے دیوتا جگ کنند
بمنزل گہ شان قدم مے زنند
از انہا بہ بنیند امداد کار
بگیرند در باغ جنت قرار
بود حصۂ دیوتا در طعام
کہ بے بخشش ایشانست خوردن حرام

پئے نفس خود ہر کہ نان می پزد
بُرو لعنتِ متصل می سزد
زغلہ بود زندگانی جہان
شود غلہ از فیض باراں عیاں
بتاثیرِ جگ ابر و باراں شود
کہ سرسبز زو کشتِ دہقاں شود
(کلامِ الٰہی ست بیدِ[1] و پیراں
بود عاملِ جگ خبردار آں
بائِلِ[2] تعلق بود جگ ضرور
تغافل درین است از غفل دور
بمغلوب رجنہا حیات ست مرگ
رود عمرِ او در پئے ساز و برگ
ہر آنکس کہ شد عاشق کردگار
ندارد بہر دو جہاں ہیچ کار

[1] بید و بیاد ریران [2] سے ابید

بہر جا رود شاد کام ست او
کہ محو کسے صبح شام ست او
ہر آں کس کہ بے آرزو کار کرد
سر دوش خود را سبکسار کرد
جنک راجہ و نیز امثال شاں
ہمہ بیغرض کردہ کارِ جہاں
بباغِ جناں شادماں رفتہ اند
ازیں خار زارِ جہاں رفتہ اند
(بنفع خلائق رضائے خدا ست
رضائے خدا کارِ اہلِ صفا ست
طریقِ بزرگاں بکن اختیار
بہر رنگ کن حق پرستی شعار
کنند ہرچہ سردار مردم کنند
وگرنہ رہ راستی گم کنند

کنوں آرزوے بخاطر نماند
دلم دامن از ہرچہ گوئے فشاند
من از ہر سہ عالم جدا گشتہ ام
تہی گشتہ از خود خدا گشتہ ام
ہمہ کارِ من از برائے خدا ست
رضائے دلِ من رضائے خدا ست
بد و نیک پیشم برابر بود
کہ ہر کار از حکم داور بود
زحق بیخبر غافل از خویشتن
شناسد کہ ہر کار آید زمن
گرفتار جہل ست و خبطش خطا ست
بر احوال او حیف خوردن رواست
بزشتیٔ اعمال دل را منہ
زکف دامنِ پاکِ نیکی مدہ

بکبر مکن خوشنما بندگیست
کمالِ عزیزاں سر افگندگیست
بداند حقیقت شناسائے راز
کہ ہر کار را مے کند کار ساز
ز پر کرت موجود شد کائنات
(کہ قدرت بود نام او در صفات
ازو ہر سہ گن مے شود آشکار
کہ موقوف آنہا بود جملہ کار
خدائیست باقی جہاں فانی است
زمین و زماں این و آں فانی است
نباشد ترا طاقتِ ہیچ کار
ہمہ کارہا را بمن وا گذار
نباشد چو برگردنت بار ہیچ
سر خود ز میدانِ مرداں مپیچ

بگفتار من گر نمائی عمل
نیاید بکارِ تو ہرگز خلل
کسانیکه دورند زیں اعتقاد
نباشند زنہار اہل سداد
اگر تابع طبع خود آدم است
ہمیشہ گرفتار دامِ غم است
(ز اعمال ہرگز ندارد گزیر
چه عارف چه جاہل چه برنا چه پیر
نه بر خوئے حِس کار کردن گذار
مده از کفِ خویشتن اختیار
مکن خصمی و دوستی با کسے
وگرنه کشی رنج و محنت بسے
بدیں خود ار جان رود خوشنما ست
براهِ دگر راه رفتن خطا ست

بہ آیئنِ خود ہر کہ کارے نمود
بر ویش درِ رحمتِ حق کشود
چنیں گفت ارجن کہ ہر ذی حیات
بود آرزومند نیکو صفات
چرا کار بد مے کند اختیار
کہ در عاقبت مے شود شرمسار
مکلف دریں امر باشد کدام
مفصل بگو اے ترا من غلام
بگفتا کہ حرص ست اصل گناہ
غضب مے کند کار عالم تباہ
قوی دشمنِ آدمی ہست آز
کزاں مے شود خوئے او فتنہ ساز
چو آئینہ در زنگ و آتش بدود
چو طفل مشیمہ[1] بود بے نمود

[1] مشیمہ بچہ جواں کے رحم کے اندر آنول میں لپٹا ہوا ہو

یقیں داں تو اے یار نیکو صفت
بجلباب بیدانشی معرفت
بود خانۂ آرزو ہا خراب
کہ می افگند در بلائے عذاب
ہوا و ہوس را بروں کن ز دل
(ازینہا تو پیوند الفت گسل
بکن سعی در خون ایں دشمناں
کہ گردد ترا حاصل آرامِ جاں
تصور کن از جسم آں سو حواس
وزاں آں طرف تو دل خود شناس
ز دل پیشتر عقل و از عقل جاں
ز جانت آں سو خدائے جہاں
دل خود بہ پرواز از قہر و خشم
کہ آں کام جاں را بہ بینی بچشم

لہ گسل۔ توڑنا

ادھیائے چہارم کرم سنیاس جوگ

(بروز نخستیں ز جوگ اے پسر
بگفتم بخورشید روشن گہر
بہ ارشاد منو خبردار شد
بہ تعلیم اچھواک درکار شد
درو شد رواجش درون جہاں
کہ مصروف او بند صاحبدلاں
(بہ اخلاص تکلیف کردم ترا
دریں جہد باید بہ ہمدم ترا
بگفتا کہ خدمت گذارِ توام
و لے سخت حیراں ز کارِ توام

منو۔ راجہ اکشوا

کہ تو جلوہ گر ایں زماں گشتۂ
فروغِ رخ ایں جہاں گشتۂ
چساں دا نمت رہبر آفتاب
زتعلیم تو گشت چوں فیضیاب
بگفتا کہ خامی ہنوز اے عزیز
نۂ واقفِ راہِ عقل و تمیز
زآمد شد خویش تو آگہم
بجائے خود ایم ہماں در رہم
بقدرت نوائی ہویدا شویم
بمیریم گاہے نہ پیدا شویم
چو بنیاد دیں سُست گردد بسے
نمائیم خود را بشکل کسے
کہ حفظِ ریاضت گزیناں کنم
مراعاتِ عزلت نشیناں کنم

بریزیم خون ستم پیشگان
جہان را نمائیم دارالامان
بر آن کس که مارا چو ما یافتست
ز آمد شدن روے بر تافتست
من آنم که باشد کرم پیشه ام
نباشد بجُز لطف اندیشه ام
(اگر دیگرے را پرستند هم
ببخشم بر آنها ز روے کرم
مرا چار برن[1] است و چار آشرم[2]
بحرماں نگردد کسے از درم
ز گُن باعمل وز عمل برنہاست
(مرا از همه برن شانے جداست
من ام فارغ از کار و کردارها
اگر چند من کرده از کارها

[1] برن چار ہیں - برہمن - چھتری - ویش - شودر [2] آشرم چار ہیں - برہمچریہ - گرہست - ویرگ اور با

مرا ہر کہ داند چنیں رستہ است
ز قیدِ ہوا و ہوس جستہ است
ازیں پیش ہم عاشقانِ نجات
(نکردند ترکِ عمل تا حیات
ترا ہم نجات است گر آرزو
نمی باید از کار خود تافت رو
بسا مردمانیکہ گمرہ نہ اند
ز نیک و بدِ کار آگہ نہ اند
بمتن اندریں کار مشکل بود
تواند اگر صاحب دل بود
بگوشت اگر حرف من جا گرفت
بفردوس جانِ تو ماوا گرفت

اکرم است و کرم است و دیگر بکرم
کند کرم و ناکردہ داند ز شرم

زنا کردن آں کہ واجب بروست
ندامت کشیدن طریق نکوست
زنا کرونیہا کنند احتراز
کہ یابد بصاحبدلاں امتیاز
(کسے کو نتیجہ نخواہد زکار
ہماں ست مقبول پروردگار
جزائے عمل خواستن خوب نیست
بامید دل کاستن خوب نیست
چو من کن عمل تا شوی رستگار
تمناؤ حرص و ہوا درگذار
(اگر آتش معرفت برفروخت
بیک لحظہ ہر جنس کردار سوخت
دگر کار آں مرد بالا رود
خودش با خدا ئیست ہر جا رود

اگر دل بسیار ست ودستنت بکار
ازیں ہیچ اندیشہ در دل میار
ہر آنکس کہ محو ست در ذات حق
پئے رحمتش ہست او مستحق
وگر دل بکار است بے یاد او
رود ظلم بر تو ز بے داد او
کند ترک لذت کہ نعمت چشد
بخلد بریں رخت راحت کشد
پئے دیو تا جنگ کند آں کسے
کہ دارد تمنائے دولت بسے
بسا مرداں آتش افروختند
ز ہر جنس اشیا دراں سوختند
گروہے نشستند در آفتاب
گروہے بماندند در پیچ و تاب

گروہے بہ جگ جوگ دارند کار
کہ گردند با ہفت صد دل دو چار
گروہے بروزہ بسر مے برند
گروہے غذائے یکے مے خورند
ہر آنکس کہ غافل ازیں کارہاست
(بر او قات او جیفہ خوردن رواست)
تواں یافت از جوگ عرفان حق
کہ جوگیست فرماندۂ نہ طبق
بصبر آشنا شو تحمل بکن
بہر کار کردن تامل بکن
(بچیزے میسر قناعت نما
بشہوت بلذت مشو آشنا
با قبال یاراں حسد ہم مبر
بروں کن خیال بدی را ز سر

شود ہر چہ دارد بداں را خدا
کہ جان از خدا و جہاں از خدا
من و آتش و ہوم و اشیا را و
برہم است جز برہم دیگر مگو
کسے ضبط حسہا شمرد ز جگ
بلذت کسے بہرہ بردہ ز جگ
تو ہم جوگ را مے کنی اختیار
شوی نائب لطف پروردگار
بعرفان حق خویش را محو ساز
بسوزش دل خود بہر نحو ساز
چو عارف شوی مے رود فکر غم
بغفلت مکن بر دل خود ستم
شود آتش شوق چوں تیز تر
بسوزد ہوا و ہوس سربسر

بود ہر کہ عارف خدیوِ جہانست
بر ایشں بنائے زمین و زمانست
خدا نیست عارف و لے از خدا
جدا نیست نزدیک اہل صفا
جہالت کند کارِ عالم خراب
جہالت کند مستحق عذاب
بخشد یقیں آدمی را کمال
یقیں را ثمر دولت بے زوال
چو کامل شود مرد در علمِ جوگ
شود فارغ از رنج و اندوہ و سوگ
بزن دشمن خویشتن را بہ تیغ
نباید دریں کار کردن دریغ
بہ تن پنج باد است سائرؔ مدام
نشاں میدہم من از انہا مقام

سے بادشاہ

سمانؔ ست در ناف در دل پرانؔ
اوانؔ در گلو و بمقعد ابانؔ

بیان ست اندر تمام بدن
بایں پنج باشد نظام بدن

فرو رفتن دم بزیر ایان ست
بر آوردن آں بہ سعی پران ست

ازیں شغل نبود خبر ہیچکس
مگر کش بود شغل حبس نفس

زجگہائے دیگر ہمیں یک جگ است
کنو یاد حق سارشٹے ھر رگ ست

کسانیکہ غافل سر شتند شاں
بعید از مقام بہشت اند شاں

اگر بہرہ داری تو از ہوش و عقل
بسر بر شب و روز با اہل فضل

۱؎ سمان اس ہوا کو کہتے ہیں جو تمام جسم میں ہر جگہ پر خوراک کا جوہر یکساں طور پر پہنچا ...
۲؎ پران باہر نکلنے والی ہوا ۳؎ اوان ... کے وقت جو ہوا گلے سے نکلتی ہے۔
[illegible]

دل از بند هر چیز بر داشتن
دران راحتِ خویش بر داشتن

بنزدیک من از دو عالم خوش ست
اگر معرفت نیست این هم خوش ست
بجز معرفت یافتن مشکل است
مکانے که بالا ز هر منزل است
ارادت دهد هر کسے را مراد
نیابی مرادے بجز اعتقاد
خیالات واهی ز دِل دُور کُن
دلِ خویش را منزلِ نور کن

ادھیائے پنجم پرکرت جوگ

بگفتا زترکِ عمل و زعمل
(کدامی بود خوشتر وبے زلل[1]
بخوبی زنم دست خود تا بکار
دلم را زتشکیک بیروں برآر
بگفتش کہ کردن نکردن خوش ست
ولے دست درکار بُردن خوش ست
ہر آنکس کہ بے مدعا کار کرد
ز آزادگان ست آں نیک مرد
زترکِ عمل کار ہر کس بود
زفضلِ خدا بار ہر کس بود

[1] ذلت

سزاوار ترکِ عمل آں بود
کہ عالم برش جملہ یکساں بود
بود دوست دشمن برابر برش
نباشد خیالِ دوئی در سرش
بود ہر کہ نادان غفلت شعار
جُدا بشمرد کار از ترک کار
بداند یکے ہر کہ دانا بود
کہ فہمیدہ را رُتبہ بالا بود
غرض بیغرض کار کُن ناجی است
کہ از مُزدِ ہر کار مستغنی است
(کمالات جوگی شود چوں تمام
بود جوگ و سنیاس را یک مقام
ہر آنکس کہ آں ہر دو را یک بدید
ز آلام و اوہام دل را رہید

بجز جوگ سنیاس مشکل بود
چو فیلے کہ او پائے در گل بود

رسد زود تر در مقامِ نجات
(بہر دو صفت میشود محوِ ذات

نور زد بجز عشقِ ذاتِ خدا
بہ بیند تجلیش در ہر کجا

جزائے عمل بر چنیں کس کجاست
کہ جان و دلش محوِ ذاتِ خداست

شنیدن بگوش ست دیدن بچشم
بدارد تعلق بدل مہر و خشم

مساس[1] ست از دست رفتن ز پا
بود از زباں لذتِ ہر غذا

ز بینی ست بُو و قیاس از دماغ
درین جملہ جان ست مثلِ چراغ

[1] مس کرنا یا چھونا

اگر چند محسوس کس نیست جاں
ولے ہست از وے لبالب جہاں
بود جوگیا ترا ہمیشہ فراغ
نسوزند بر کارِ دنیا دماغ
عملہائے شاں بہر عرفاں بود
از ایشاں بود ہر کہ انساں بود
گرفتار خواہش بدام بلاست
گہے بادشاہ ست وگاہے گداست
بود ہر کہ غالب بجسمائے خویش
نگردد دل او ز اندوہِ ریش
بود بود باشش چو نیلوفراں
کہ باشد در آب و نباشد فراں
تو ہم آنچناں کن کہ من میکنم
میان خطر گہ وطن میکنم

تنِ آدمی داں جہانِ صغیر
بود نقشۂ آں جہانِ کبیر
درش نہ بُوُد بشنو اے اہلِ ہوش
دو سُوراخ بینی دو چشم و دو گوش
دہان و مکانہائے بول و براز
بود جاں دروں پرتوِ کارساز
سہ گونہ بود مردم ایں جہاں
یکے آنکہ بندد بہ دشمن میاں
دگر آنکہ جرأت نیاید ازو
سوم مژدہ خواہ و نکوہیدہ جو
یکے میکند کار و داند ز خویش
مدام است از فہم خود سینہ ریش
یکے می شناسد خدا میکند
بہ پیش من اینہم خطا میکند

زبیدانشی آئینہ زنگ بست
ہم از سنگ غفلت رسیدش شکست
بود صاف آئینۂ عارفاں
کہ در وے بود مہرِ نورش عیاں
برابر پریشاں بود مور و فیل
کہ یکساںنست اینجا عزیز و ذلیل
بشاہ و گدا لُطف یکساں کُنند
مراعات بر دل پریشاں کنند
نخواہند از بہر خود ہیچ چیز
کہ مطلوب ایشاں نشد ہیچ چیز
بلذت ندارد دل آشنا
ربیا بند ذوق بیادِ خدا
بشکر و شکایت ندارند کار
ہمیشہ بمانند بر یک قرار

ے جہالت

ز لذاتِ جسمہا نفور اند شاں
خداوند عقل و شعور اند شاں
(سرانجام آرام اینجا غم است
جہاں جملگی خانۂ ماتم است
ہر آنکس کہ از حرص و خشم است دور
تواں گفت او را سراپا سرور
بدل میکند سیر محسوس ہا
بداند کہ در اوست ارض و سما
پراگندہ خاطر نگردد چناں
(کہ در عقل و ہوشش در آید زیاں
شود حاکمِ مہر و ماہ و فلک
بود غالبِ جن و انس و ملک
رِکھانِ عبادت گزیں گوشہ گیر
نگردند در دامِ دُنیا اسیر

ے رکھی سنی

بیادِ خدا محو باشند شاں
نخواہند ہرگز ریاضِ جناں
گروہے کہ مغلوبِ حرص و ہواست
گرفتار در دامِ گاہِ بلاست
ز شادی نہ شاداں نہ از غم غمی
ہماں است درپیشِ من آدمی
ہر آنکس کہ مُرد است پیش از ممات
نصیبش شدہ جاودانی حیات
(خیالات باطل ز سر دوا کند
کنارہ ز لذاتِ حسّہا کند
میانِ دو ابرو نظر دوختہ
کند حبسِ دم با دلِ سوختہ
(پیراں و آباں را برابر کشد
سبوئے مے عشق بر سر کشد

بدست آرد عقل و دل و ہم ہواس
ہمانست دانائے یزداں شناس
ز خوف و رجا و ز حرص و ہوا
نماید دل خویشتن را جُدا
ہر آنکس کہ جنگ میکند در جہاں
پس از مرگ یابد ریاضِ جناں
چو عارف شود قدر من داند او
رہنماے کہ داند مرا خواند او

ادھیائے ششم اوتم سنجم

نخواہد اگر کس جزائے عمل
کند صرف ہمت برائے عمل
نہ افتد نگاہش بہ سود و زیاں
بود سرب ناشی[1] و جوگی ہماں
تفاوت بجوگ و بسنیاس نیست
کہ در ہر دو جز پاس انفاس نیست
اگر از دروں مہر دنیا نرفت
رغبتش از ریاضت دل خویش تفت
رسد بے عمل کے بمعراج جوگ
عمل می نہد بر سرش تاج جوگ

[1] سرب ناسی یعنی سربھ ناشی۔ وہ جوگی جو ترک منزل پر پہنچا ہوا منزل سکون حاصل کر لیتا ہے۔ وہ حقیقت میں سنیاس کو پا لیتا ہے اور یہی سب سے بڑا درجہ ہے۔

هر آنکس که مغلوب جسها شود
به دو جهاں سخت رُسوا شود
(چو کامل شود جوگ اے خوش پسر
نیابد بجز نورِ حق در نظر
دلش چوں بپاں دلربا بستہ شد
درِ چشم بر ماسوا بستہ شد
دل است اینکه یار ست و دشمن همانست
هماں خضر راه است و رهزن همانست
اگر دل بدست است و یارت خوش است
(وگرنه ستمگارِ عالم کُش است
بود اهل دل فارغ از کیف[2] و کم
زشادی نبالد نکاهد ز غم
بود باطنش گنج علم و کمال
بداند جهاں را چو خواب و خیال

[2] کیف وکم - کسی بات سے کیفیت یا اندازہ حاصل کر لینا ... [illegible]

زر و خاک یکساں بود پیش او
نباشد بجز راستی کیش او
بخویش و تبار و باغیار و یار
ندارد بجز نیکوی ہیچ کار
کنوں گوش کن طور اشغال جوگ
کہ گردی خبردار ز اعمال جوگ
بہموار جا فرش کن ایں سہ چیز
(کہ[1] و چرم[2] آہو و کرپاس[3] نیز
حواس از پئے یاد او جمع کن
دل خویش روشن تر از شمع کن
زبان و دل و دست یکجا بکن
بسوئے کسے دست را وا مکن
(نگاہے[4] بہ بینی خود کردہ باش
تماشائی حسن در پردہ باش

[1] کہ یعنی گھاس [2] چرم آہو - مرگ چھالا [3] کرپاس ٹاٹ یا بوریا
[4] نگاہ ہے۔ یہ ناسا گر دھیان کا تا علاوہ ہے۔ مسمریزم اسی سے اخذ کیا گیا

بصد ناز بنگر بجان و تنم
تماشائے من کن ہمیں یک نفم
به بسیار خواران و بسیار خواب
بود جوگ کردن بغایت عذاب
بخواب و خورش بایدت اعتدال
وگرنہ قریب است نقص کمال
چراغے کہ محفوظ ماند ز باد
نمیرد ترا حرف من یاد باد
ہمیں طور جوگی بعمر دراز
بماند شود گر بدل چارہ ساز
بود باد انفاس جاں چوں چراغ
نگہدارم آں باد را در دماغ
برمہہ چیرج باشد دل آرد بدست
نیابد ازو بر دل کس شکست

ل برہم چریہ

ز لذّات حسی اگر رستہ شد
چو برق جہاں از جہاں رستہ شد
ز محنت کشی نیست رنجے بہ او
اکہ ایزد عطا کرد گنجے بہ او
چو زنبور کو شہد یکجا کند
چو پرُ شد دل خود ازاں برکند
اگر دست خود راکشد از عمل
نیاید بوضع کمالش خلل
چو دل شد جدا از ہوا و ہوس
بداند کہ اللّٰہ باقی و بس
دل بیقرارش چو گیرد قرار
برون آید از گردش روزگار
ابہ بیند بخود جلوۂ عین نور
بود لذت العمر او را سرور

سے یعنی بچارہا

شود لذّت وصل من حاصلش
نیاید خیالِ دگر در دلش
چو خیزد ز آئینۂ دِل غبار
ببیند دراں پرتوِ روئے یار
دگر فارغ از رنج و دردست او
فراغت ز کونین کر دست او
ہمہ را بہ بیند چو از روئے دوست
بداند کہ عالم تجلّی اوست
بہ بیند جہاں را کہ در من نہان است
درونِ جہاں جلوۂ من عیانست
ز گردابِ اعمال آید بروں
بہ خلوت گہ قدس باشد دروں
بہ برگ و گل و بار ما را بہ بیں
بما چشم وا کُن خدا را بہ بیں

بود محو ذاتش محیطِ جہاں
در و جلوہ دارند کون و مکاں
بگفتا کہ گفتی ز روئے کرم
ز اعمال جوگ و ہم از حبسِ دم
ولیکن دلم اے خبردار کار
بیک حال ہرگز نگیرد قرار
چو مغلوب من نیست دِل عاجزم
چو فیلے کہ اُفتد بگل عاجزم
پریشانیٔ دل سراسیمہ کرد
مرا سینہ چوں تختۂ قیمہ کرد
بود دل چو بادے کہ تابد بہف
در اندیشہ اوقات من شد تلف
بگفتا کہ دِل ہمچو سیماب ہست
عبث از غم و غصہ بیتاب ہست

[illegible]

نہ یکبارگی دل بدست آیدت
کہ خونِ جگر خوردنی بایدت
بواضعے کہ گفتم ز راہ ودادؔ[1]
ہوا و ہوس را بگو خیر باد
بود نفسِ امّارہ خصمِ قوی
بکن جہدِ مردانہ شد مدعی
بگفتش کہ اے غمگسارِ جہاں
مرا دہ ازاں مردِ کامل نشاں
کہ دل را بفرمانِ خود ساختست
بنائے ہوس را بر انداختست
دگر آنکہ دارد بجوگ اعتقاد
دلے نیست با نفسِ خویشش جہاد
دگر آنکہ بینائے خواہش شکست
براہِ خدا پائے خواہش شکست

[1] بمعنی اخلاص ۔

پس از مرگ اینہا کجا مے رسند
چگونہ بقربِ خدا مے رسند
بفرمود کارے در خورِ تربیت
بگویم ترا کاں بکار آیدت
ہر آنکس کہ تسلیم و محو رضاست
پس از مرگ جائش بجنت سراست
شود دیوتا چو گئے نا تمام
بعمرے بود خلد او را مقام
چو مدت شود منقضی بر آمیں
بیفتد بفرمان جاں آفریں
(شود پور سلطان باز بد کیش
دلش ہست مائل بکردار خویش
بدیں سال بود تا بیابد کمال
دگر نیست او را کمالِ زوال

بود مرد عارف بہ از زہد کیش
کہ او ہست مغرور بر زہد خویش
بجوگ آشنا کن دلِ خویشتن
بنہ پائے محکم در اخلاص من
ہر آنکس بمن آشنا مے شود
(خدا وندِ ہر دو سرا مے شود

ادھیائے ہفتم بگیان جوگ

(چو اخلاصمندی بنائم رہبت
کہ باید رسیدن بمنزل گہت
نصیبت بود آں کمالات جوگ
کہ طاری کند بر تو حالات جوگ
ہماں مرد باشد دریں راہگذر
(کہ بندد بہ تحصیل عرفاں کمر
بنائے جہاں بہر عارف بود
کہ آگاہیش از معارف بود
بود ذات او باعث کائنات
صفاتش بود ہمچو ایزد[1] صفات

[1] ایزد معنی خدا تعالےٰ

بہ نیرنگ چیز شد آفریدہ جہاں
یکے چار طاق[1] و دگر آسماں
دل و دانش و قدرتِ کامل است
دگر جاں کہ آں شمع ایں محفل است
جہان است فانی و باقیست جاں
ہماں ست دارائے کون و مکاں
نہان است کونین در جانِ من
چو در تخم باشد شجر جانِ من
ضیائے مہ و مہر و انجم منم
باامواج دریا تلاطم منم
منم حرف[2] اول ز الفاظ بید[3]
ز من ہست ہر عارفے را امید
منم عقل عارف منم شان شاہ
منم غیرت و جہل و خیلِ سپاہ

[1] چار طاق یعنی چار عناصر۔ ہوا۔ مٹی۔ آگ۔ پانی [2] حرف اول یعنی اونکار احد وغیرہ [3] بید مراد وید مقدس

منم با جلال و منم با جمال
منم محض خیر و منم باکمال
منم چار عنصر منم نُہ فلک
منم حاکم جن و انس و ملک
منم ہر سہ گن[1] ہم منم پنج گن[2]
منم آنکہ اول نہ دم حرف کُن
بظاہر کہ امثال مردم منم
بباطن باشکال مردم منم
کسے پور[3] بدیو و کس پورِ نند
بگویند تو برائے اینہا بخند
نہ فرزند کس ہستم و نے پدر
نیم من فرشتہ نیم من بشر
منم آنکہ خود ہم ندانم کیئم
چو عارف شوی مے شناسی چیم

[1] سہ گن سے مراد تم گن۔ رجگن اور ستگن ہیں۔ [2] پنج گن سے مراد ہوا۔ مٹی۔ آگ۔ پانی اور خلا (آکاش)
[3] پور یعنی فرزند۔ یعنی کوئی واسدیو کا بیٹا کہتا ہے اور کوئی نند کا بیٹا۔

کسانیکہ بیدانش و غافل اند
ز دریا چہ دانند بر ساحل اند
بود چار کس در جہاں نیکنام
نخستیں کسے کو بصدق تمام
(کشد محنت و روزی آرد بدست
نخواہد دلِ ہیچکس را شکست
دگر آنکہ دنیا نخواہد چناں
کہ عاید بگردد بہ شخصے زیاں
سوم آنکہ مشتاقِ عرفاں بود
چہارم کسے کو خداداں[1] بود
بعشقم در آیند مردم بسے
بدیدار من مے رسد کم کسے
بہ بیند رُخِ خوبم ایں آئینہ
فتد پرتوم در چنیں آئینہ

[1] خداداں۔ خدا کے بھید کو سمجھنے والا

کہ روشن گرِ او بود نورِ حق
بآں انجلاسے کہ منظورِ حق

بود جلوۂ ذاتت در کائنات
از السنت نیرنگہائے صفات

(یکے کو شناسائے آں جلوہ است
دلش در تماشائے آں جلوہ است

بغفلت سرشتی پرستند نیست
بہ بیش خرد جملہ ہستند نیست

پرستش بجُز حق سزاوار نیست
شود خوں دلے کو باو یار نیست

بت چار یار اند لیکن یکے
بت یار جانی بود بیشکے

چہ مے آید از خدمت دیوتا
بزن دست در دامنِ کبریا

لہ جو لوگ نیست کی پوجا کرنیوالے یعنی ماسوی اللہ کی پوجا کرنیوالے ہیں خود بھی نیست ہیں اور انکے معبود بھی نیست ہیں۔

اگر گشت آگاہ از نُہ فلک
وگر گشت حاکم بہ جن و ملک
چہ حاصل کہ غافل ازاں دلرباست
کہ او جلوہ پرداز در ہر کجاست
ہر آنکس کہ زنجیرے ایں دانست
گرفتار آمد شد[1] ایں جہانست
زخس تا بدریا ز کہہ تا بہ کوہ
ز پشہ[2] تا بہ عنقائے والا شکوہ
ز سطح زمیں تا ببام فلک
چہ وحش و چہ طیر و چہ جن و ملک
ہمہ شکل اعمال بگرفتہ اند
بہ تقلیب احوال دل گفتہ اند
بدام بلا می کشد حرص و آز
کند خشم و شہوت در رنج باز

[1] گرفتار آمد شد ایں جہاں آواگون کے چکر میں پڑ گیا [2] پشہ سے بڑی شان والے عقاب تک

گرفتار طبع است ہر آدمی
یکے شادمان است دیگر غمی
بہر یکیہ[1] دارد بہر دیو نا
دلش میشود مائل ایجانِ ما
خدا میفزائد ورا اعتقاد
ازاں در پرستش نمائد جہاد
(کند حق ظہورے چو در باطنش
نمائے دل میشود حاصلش
ہر آنکس کہ دارد دلِ خویش صاف
(بگردد بگرد حیل پوچ باف[2]
بود احترازش ز فسق و فجور
نیاید گناہے اندر ظہور
شود عمر او صرف اخلاص من
دل او بود خلوت خاص من

[1] بہر یکیہ دارد - جو اعتقاد رکھے۔ [2] پوچ باف - پاگل ہونا۔

بلسے اختلافِ عقاید بسے
خدائے قدیم شناسد کسے
کسے موجبِ خلق کس دیوتا
کسے صاحبِ حکم روزِ جزا
چو خود داند او جان جاندار را
نخواہد زخارد خس آزار ہا
دلِ خود کند جمع بیند مرا
دریں بزم چوں شمع بیند مرا
حقیقت بجز عقل معلوم کیست
ندارد اگر عقل حیف است زیست
کند ہر کہ یادم دم واپسیں
رود بیگماں در بہشت بریں
جہاں پردۂ ہست بر روے جاں
نہ بردارد او را بجز عارفاں

بہر رنگ بہ بینند مرا ہر کسے
بہر سنگ بہ بینند مرا ہر کسے
نزائم[1] نہ میرم گہے در جہاں
میانِ جہان ام چو در جسم جاں
زِ ماضی و مستقبل و حال نیز
خبر دارم اے یارِ صاحب تمیز
(گرفتار دامِ حواس است خلق
ز امید زیں رہ بیاسست[2] خلق
ز ادہیائے تم من نمودم خبر
شب و روز داری مرا در نظر

---

[1] نزائم نہ میرم - نہ جیتا ہوں اور نہ ہی مرتا ہوں [2] بیاسست یعنی ناامید

ادھیائے ہشتم سدہ جوگ

(بگفتا کہ اے رہبر گمرہاں
زادھیائے ہفتم خویش کردی بیاں
زادھ بھوت و از آدھ جگ ہم خبر
بمن دہ ز لطفے کہ داری نظر
(دمے واپسینت[1] بداند چناں
چساں بیندت جان جان جہاں
زاشغال عرفاں ایزد تعال
زاحوال رکھ ہائے[2] فرخندہ حال

[1] دمے واپسینت۔ بمعنی آخری سانس [2] رکھ ہائے بمعنی رکھی منی

ز کیفیت موجب کائنات
ز نیرنگئ جلوہ ہائے صفات

بفرمود غالب جہاں را شناس
دراں جلوہ پردازِ جاں را شناس

کہ باقیست ہر گز نگردد فنا
بود جلوہ اش جلوۂ کبریا

اچھر[1] نام باقی و فانی ست چھر[2]
(ہماں است اوہ بھوت) اے خوش سیر

بود پرتوِ ذات جاں بیگماں
کہ او بود اوّل ز ہر دو جہاں

منم آدہ[3] جگ شاہدِ ہر سہ حال
منم واقفِ راز جال و مآل

بمن میرسد طاعت خیر خلق
منم یار خلق و منم غیر خلق

[1] اچھر سے مراد اجر [2] چھر سے مراد جر [3] اوہ بھوت

بود خوئے آں ایزدِ کردگار
مسمّٰی بہ اوٹھیاتم[1] اے کامگار
کند ہر چہ در وقتِ مُردن خیال
ہماں رنگ گیرد خیالش مثال
بجان و دل و عقل و ہوش و حواس
شود محوِ حق مرد ایزد شناس
بگفتار من گر نمائی عمل
بر آید دل تو ز بندِ خلل
بمن محو کن خویش را آنچناں
کہ از ہستئ تو نماند نشاں
فنا ہر کہ گردید پیش از فنا
دگر ہست او را ہمیشہ بقا
نہ محتاج ماند بارشادِ کس
شود پیر ہر کس باین نکتہ رس

[1] اوٹھیائے تم۔

چو پرسی ز احوالِ جانِ جہاں
کہ پیداست ہر جا و باشد نہاں
قریب ست دانند دور است او
بفانوس تن شمع نور ست او
نہ بیند رُخِ عالم آرائے او
بجز عارف غرق دریائے او
کند حبس دم در گہِ ارتحال
نیارد بجز روے من در خیال
برآید روان[1] را ز راہِ دماغ
کہ تا مہرِ تاباں شود ایں چراغ
ہر آنکس کہ باشد بیادش مدام
بہ بیداری و خواب در ذکرِ نام
بہ تنہا نیابد بباید نجات
بتاثیر ذکرش بود محوِ ذات

[1] بمعنی جان

خدا بارہا کرد بنیادِ خلق
کہ او ہست مختارِ ایجادِ خلق
برہما کہ می آفریند جہاں
رہا نیست ز آمد شدن بگماں
مگر واصلِ حق نیاید بہ تن
کہ او میشود محو در ذاتِ من
کسانیکہ از شہوت و حرص و آز
بدارند خود را بہر نحو باز
عداوت ندارند با ہیچ کس
نباشند بر شہد لذت مگس
اقامتگہِ شاں بود لا مکاں
کہ جز کبریا نیست ہیچ اندراں
بسے می شمارند لیل و نہار
ولیکن ازینہا چہ آید بکار

ے یعنی آواگون

نمایند از روز برہما شمار
کہ آں چار جگ[1] ہست اندر ہزار
بمقدار[2] روزست ہر یک شبش
ز بیم اجل ہست تاب و تپش
بسے بیشمارند از کوہ و دشت
بسے میگذارند ساعت بہ طشت
بسے می نگارند تقویم را
ندانند شان قدر تسلیم را
چو صبح برہما مسا[3] مے شود
بگویند عالم فنا مے شود
بیار آید و خلق در خود کشد
برون آردش چونکہ روزش رسد
نداند برہما کہ یک بندہ است
بدرگاہ ایزد سر افگندہ است

[1] چار جگ سے مراد ۱۔ست جگ ۲۔ترتیا جگ ۳۔دواپر جگ ۴۔کل جگ
[2] برہما کا ایک دن ایک چوکڑی چاروں جگ کے برابر ہے [3] یعنی شام

بغیر از خدا نیست باقی کسے
بقہرش بسوزد جہاں چوں خسے
علیم و کریم و رحیم است او
جہاں حادث است و قدیم است او
شناسندہ اش را نباشد زوال
دگر ہر کہ باشد بہ بیند وبال
جہاز نیست عارف بدریائے عشق
بجز او کسے نیست دانائے عشق
بذات آشنایاں بمنزل گہ اند
صفات آشنایاں ہمہ در رہ اند
خدا را شناسد[1] چو خود را شناخت
بہر دو جہاں کار خود را بساخت
ز احوال عالم خبر می کنم
ترا آگہ اے خوش سیر می کنم

[1] من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

کند مہر شمس ماہ سیر شمال
دریں سمت او راست عزّو جلال
ہماں روز رو جانباں می شود
کہ با میمنت ہمسفراں می شود

انزائن

چو آید بسوئے جنوب آفتاب
بیفتند شب و می نمایند خواب
اگر مُرد در روز روحانیاں
نیابد دگر بار اندر جہاں

دکشائن

(بشب ہر کہ میرد و رود تا بماہ
بگردد[1] از آنجا بحکم الہ
اگر ہست جوگی شود عین نور
نصیبش بود جاودانی سرور
بہر حال با جوگ شو آشنا
کزاں میشوی محو ذات خدا

[1] دور میں پڑ جائے یعنی ستارے کے چکر میں پڑ جائے

مسلسل بود دورۂ کائنات
تماشاست از بہر اہل نجات

اودھیائے نہم راج جوگ

چو میدانمت مخلص نیک خو
سخنہائے اسرار گویم بتو
اگر گوش داری چہا میشوی
خدا میشوی و خدا میشوی
کہ ایں دانش آں سوئے ہر دانش ست
بمغز سخن رس اگر دانش است
دگر شادماں زندگانی بکن
چو من عشرتِ جاودانی بکن
ہر آں کس کہ ایں اعتقادش بود
ہمیشہ رُخ من بیادش بود

کسانیکہ بے معرفت رفتہ اند
بسوزِ جدائیٔ جگر تفتہ اند
گرفتار زندان آمد[1] شدا اند
زبیدانشی خصم جان خود اند
بدان اے دلِ دشمنان از تو خون
بدان پیش تو ہمچو صیدِ زبون
کہ من صورتے آفرینندہ ام
بمعنے خدائم اگر بندہ ام
ز اعمال و افعال وارستہ ام
دل خود بجان آفریں بستہ ام
تفاوت میانِ من و حق نماند
ازیں راہ دو عالمم خدایم بخواند
جہاں در من و من میان جہان
بود رتبۂ من فزوں از بیان

[1] آواگون

چو در گنبدِ چرخ نیلی ہوا ست
چناں در من ایں کائنات خدا ست
منزہ ز اعمال دانی مرا
خداوند ہر بندہ خوانی مرا
بود این و آں بستۂ قدرتم
طلسم جہاں بستۂ قدرتم
منم ہر چہ ہستم خدا از من است
فنا از من و ہم بقا از من است
چو روزِ برہما شود منقضی
فنا را جہاں مے شود منقضی
صباح[1] شبش خلق عالم کنم
مہیا جہاں را بیکدم کنم
بریں صفحہ بنگر چہا میکشم
بشکلِ غسل نقشہا میکشم

[1] بمعنی سحر

بود قدرت از من ز قدرت ہمہ
منم صانع پاک صنعت ہمہ

مرا غافلاں ہمچو خود دیدہ اند
چہا در حق من تراشیدہ اند
ہمہ گمرہانند و بر باطل اند
ز تہ داریٔ کار من غافل اند
بوضع شیاطین ہمہ خوگر اند
بہ بد کردنِ ایں ہمہ خوگر اند
کسانیکہ خوئے ملک یافتند
رہ آں سوئے تُہ فلک یافتند
مرا مے پرستند ہر صبح و شام
بیاد من ہستند ہر صبح و شام
یکے ہم بدانند و بسیار[1] ہم
جہاں ہم شناسندہ دادارم

[1] کوئی مجھ کو ایک کہتا ہے اور کوئی سارا جہانِ مجسم یعنی وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت

بتازد بتنگ[1] کس نیابد مرا
بجز گیان جگ کس نیابد مرا
بہر جا کہ جوید کسے حاضرم
ز احوال جوینده با ناظرم
منم جگ منم آتش و آب و خاک
منم آن ہوا کوست از حرص پاک
منم یارِ ببیر و برادر منم
پدر ہستم و نیز مادر منم
ثمر بخش اعمال مردم منم
جزا بخش افعال مردم منم
حیات و مماتِ خلائق منم
خبردار علم حقائق منم
منم خشکی سال و باران و ابر
منم شاکر و صابر و شکر و صبر

[1] ۔ تنگ و دو

منم حرفِ اول[1] که من گفته ام
بصد رنگ دیگر سخن گفته ام
فراہم کُنِ حرفِ پراگنده ام
پناهے غریبانِ در مانده ام
زمیں ہم منم آسماں ہم منم
مکیں ہم مراداں مکاں ہم منم
منم رازق خلق و غمخوار خلق
بروزِ بدم من نگہدار خلق
مرا ظرف[2] و مظروف ہر دو بداں
مرا صرف و مصروف ہر دو بداں
منم مہر و من ماہ و من اخترم
منم آنکه از جمله بالا ترم
منم قعر دریا و ساحل منم
منم آب حیواں ھلاہل منم

[1] حرف اول — مراد آدم ہے
[2] خود کوزه و خود کوزه گر و خود گل کوزه - خود بر سر آں کوزه خریدار برآمد

دریں کارگہ[ل] ہرچہ ہستم منم
گواہِ بد و نیک عالم منم
اگر بے غرض بندگی مے کند
بُخرّم دلی زندگی مے کند

بود بندۂ خاص مقبول او
بخلوت گہِ قدس موصول او
مرا گر پرستند و گر غیر را
پرستیدنِ اُو بود خوشنما
کہ او درحقیقت پرستید حق
بہ بخشائشِ او بود مستحق
اگر غیریت مے برارد ز دل
بعرفان حق مے شود منفعل
ہر آں کس کہ دل خودبین بستہ است
ز دام ہواؤ ہوس جستہ است

[ل] معنی جہاں

نتائج زہر جنگ و طماعت منم
خداوند اہل حقیقت منم
بمن ہر کہ دل داد صاحب دلست
چو شمع فروزاں دریں محفل است
بکن جنگ و خیرات از بہر من
(کہ باشد مقام تو در شہر من
اگر با شیاطیں محبت گرفت
طریق غم و رنج و محنت گرفت
بجائے نخواہد رسیدن کسے
بجز گمرہی نیست او را رہے
برآ از خودی و خدا را شناس
بہر صورتے معنیٔ ما شناس
منہ پائے خود در رہِ باطلے
مکش محنت و رنج بے حاصلے

مرا ہست منظور عشق اے پسر
ہمیں است منظور اہل نظر
اگر عشق من مے کنی اختیار
نصیبت شود دولت پائدار[1]
بظاہر چہ اخلاص داری بمن
بباطن کن اے یار یاری بمن
کہ زنگ دو رنگی زداید ز دل
خیال دوئی را رباید ز دل
بہ آتش فروزی و طاعات ہم
بزہد تمام و بخیرات ہم
باخلاص برگ و گل و فرط آب
اگر مید ہی مے شوی کامیاب
بنم بستہ زہد طاعات کس
مرا ہست اخلاص منظور و بس

[1] دولت پائدار سے مراد نجات ہے علت عاشق ز علتہا جدا است عشق اسطرلاب اسرار خدا است

اگر فاجرے ہم کند یاد من
نگردد گرفتار زندان من

پرستند با اخلاص گر کس مرا
باو مہربانی بود بس مرا

اگر یادم آرند اہل گناہ
نخواہم کہ باشند نامہ سیاہ

ز احوال اخلاص مندان خویش
کہ از عشق من سینہ دارند ریش

بگویم کہ از ہر دو عالم بہ اند
بچرخ حقیقت چو مہر و مہ اند

مثال در گمان عبادت گزیں
کہ با من دل شان ست الفت گزیں

خداوند ہر دو جہاں گشتہ اند
ز قرب خدا شادماں گشتہ اند

۱ گناہگار ۲ منی اور رکھی

ز پندار توبہ بکن اے پسر
بعجز و تضرّع بمن کن نظر
بجنگ و بطاعت مرا یاد کن
بہ عشقم دل خویش را شاد کن
بیادِ من ار بیس[1] و سودر بود
برابر بصد پاک گوہر بود
ز عشاق بسیار شرمندہ ام
بکن عشق من عشق را بندہ ام
ز احوال اخلاص کیشان من
چہ پُرسی کہ ہستند شان جان من
بدیو و پتہ[2] ہر کہ الفت گزید
پس از مرگ در پیش ایشان رسید
طلبگار من واصل من شود
اگر چھتری یا برہمن بود

[1] بیس و سودر سے مراد ویش اور شودر ہیں۔ [2] دیو اور پتہ سے مراد گورو اور باپ ہے

خودی را تو بگذار بے خود بشو
ازیں پس براہ ضلالت مرو
بمن گر شوی محو واصل شوی
ز نقصاں برآئی و کامل شوی
نہ یارِ کسے ہست و نے عدو
بہر یک مرا ہست یک رنگ خو
طلبگار یاران مخلص منم
خریدار یاران مخلص منم
اگر خدمت من بدل مے کنی
کف خاک بر فرق غم مے زنی
باخلاص ہر کس پرستد مرا
بود بیگمانش بفردوس جا
بخدمت[۱] گری مے شوی کاملاں
باخلاص گردی شہ دو جہاں

[۱] ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

ادھیائے دہم بھوت جوگ

(سخن بہر نفع تو سر میکنم
ز راز نہانی خبر میکنم

کہ روحانیاں را خبر ہیچ نیست
منم جملہ اینجا دگر ہیچ نیست

بدانند ایشاں ز آغاز من
ز ہر پردہ مے آید آواز من

منم آنکہ اول ظہور من است
جہاں روشن از شمع نور من است

(چہ دانند ایشاں کہ من کیستم
بصد جلوۂ نور حق چیستم

مرا اوّل و آخر آں کس کہ دید
بجائے کہ نتواں رسیدن رسید
رہا گشت از بند سخت گناہ
فتادش بخلوت گہ قدس راہ
دل و عقل و آرام و صبر و قرار
زبوں کردنِ نفس بیہودہ کار
تقاضائے و تمنائے دل
شکیبائی و شکر و ایذائے دل
غم و شادی و راستیٔ سخن
نکوئی و زشتی و رنج و محن
نکو نام و بدنام دوراں شدن
بہر رنگ چوں آب یکساں شدن
غرض ہر چہ باشد زما آمدہ
زنیرنگیٔ ما بجہاں آمدہ

ز دل آفریدم مناں و رگھاں
کز ایشاں ست آبادئ اینجہاں
مرا ہر کہ دانست بنائے[1] آں
ہمیشہ بود در دلم جائے آں
فزائندۂ قدر ایشاں منم
جہاں جملگی قالب و جاں منم
وجود و عدم ہم حدوث و قدم
چہ عرش و چہ فرش و چہ لوح و قلم
ز من شد پدیدار[2] و عارف شناخت
بسے را بفہمید من ہوش باخت
یقیں داں کہ من آفرینندہ ام
بہ نیک و بد خلق بینندہ ام
مرا اہل دانش چنیں دیدہ اند
بعینہ بعین الیقیں دیدہ اند

[1] جو ان تمام کائنات کا خالق مجھے جانے اس کا مکان میرا دل ہے

شب و روز ہستند در یاد من
در دیدہ بستند در یاد من
بہ تعلیم و ارشاد من شاغل اند
ہمہ تن رواں و سراپا دل اند
بصبر و قناعت بسر مے برند
تمنا براہ دگر مے برند
کسے را کہ من دوست میدارمش
بچشم جہاں آنچناں آرمش
کہ باشد بعالم پناہ ہمہ
بخاکِ درِ او جباہِ ہمہ
بگفتا ترا مے سزد عزو شاں
تو ہستی خدا وند ہر دو جہاں
بہ نیکو چہ بد ہر چہ ہستی توئی
خدا وند بالا و پستی توئی

سلہ جباہ یعنی ساجد

توئی جسم عالم توئی جان خلق
توئی کفر و سنتی و ایمان خلق
شناسندهٔ خود توئی بیگمان
چه فهمد ترا چون منِ ناتوان
بهر جا بود جلوهٔ شان تو
جهان ست قربان برآن تو
خدا را من این قدر راهنما
کجا جو مُت چون شناسم ترا
(بفرمود بر حرف من گوش کُن
خیالات دیگر فراموش کن
ادت[۱] را منم پور باناممبشن[۲]
منم پور بدیو[۳] گویند کشن
مرا در کواکب مه آمد علم
برتهم من از نه چهل و نه مرت[۴] هسم

[۱] روشنی [۲] پورب سے نکلنے والا [۳] بڑا ستارہ [۴] اسد یو
[۴] مرت سے مراد مروت ہیں جو کہ تعداد میں ۴۹ ہیں اور ماہ یکا اس سے شا مذا رہے۔

منم اول و آخر و درمیاں
جہانست قالب منم جان آں
مرا شیام نام است در بیدہا
بروحا نیانم سر دیوتا
بحس ہا دلم جاں درون تنم
میان ہمہ رودر شنکر منم
ہمیرم میان جبل بشری
بخیل پروہت منم مشتری
بہ پچھاں ور چھاں کو یرم شمار
بہرسپت بسوہا منم نامدار
گمارم بہ لشکر کشان جہاں
محیطِ عظیمم ندارم کراں
برکہا منم بہرگ نیگوشیم
منم اسم ذاتی بعالم علم

۱ رشی بہار کے پروہت

بجگہا تو چپ جک مرا بر شمار
ہمالہ منم در دگر کوہسار
باشجار پیپل بدانی مرا
(بر رکہا تو نارد[۱] بخوانی مرا
(بسدھاں کپل منی[۲] بگندھرب[۳] ہا
(منم چتررتھ[۴] مطرب دیوتا
(مرا بحر تام[۵] است اندر سلاح
(منم کامدھینی[۶] کہ بخشد فلاح
(بماران منم باسک[۷] نامدار
منم شیش ناگ سراپا وقار
بعالم منم کبریا و منی
(منم آنکہ باشد دل من غنی
(بہ دیتاں تو پہلاد[۸] دانی مرا
تو در قاتلاں کال[۹] خوانی مرا

لے نارد منی [illegible] بسدھوں [illegible] کپل منی [illegible] [illegible] باسک [illegible] سانپوں کا راجہ
ہے ایک خاص شعر کا نام ہے۔ ۳ گندھرب۔ طبلے کی آواز کو کہتے ہیں۔
۶ کامدھینی سے مراد کامدھین (دیوتاؤں کی وہ گائے جو منہ مانگے مراد دیتی ہے
۸ دیتوں میں پرہلاد میں ہوں ۹ کال بمعنی موت

بچالش مرا باد صرصر شمار
بہ بیند اندرم شام و البرز شمار
نہنگم بود نام در ماہیاں
بود گنگ در چشمہ ہائے رواں
(بغیر روز مسنداں منم راجچند
کہ نامش بہر دو جہاں شد بلند
در آغاز و انجام اوسط منم
منم صاحبِ فضل و جود و کرم
منم علم بیداشت بحث کمال
منم صاحبِ شان و عزو جلال
بنوع بشر شاہ شاہاں منم
خداوند انجم سپاہاں منم
(منم کام کا یجاد عالم از وست
منم برکن ماوائے من آبجوست

به پیشتراں بود نام من ارجماں
بلفرماں روایاں مراؔجم بخواں
بدرندگاں شیر شرزہ منم
گرگر در طیوراں صید افگنم
مرانام ڈنڈا است اندر سماس
کہ دانند خویش عبادت شناس
منم آں زماں کو بود نے زوال
منم مرگ کانرا بگویند کال
الف بر شماری میان حروف
منم آفتابے بری از کسوفؔ
زمانہا وہم ہرچہ خواہد شدن
منم نابود ایں زمان و زمن
منم کیرت و سمرت و پدمنی
جہاں بدہ وہم دہیرج و سرستی

لہ جم سے مراد جمشید ہے سہ گرہن

بچندم شناسی تو گاتیری
برہیبت اساسم در ساہبا بنگری
دہقنتر میانِ حکیماں منم
مصاحب میانِ ندیماں منم
بشش فصل پیدا است نامم بسنت
منم یارِ غمخوارہ ہر سادہ و سنت
منم باگسر درمیانِ مشہور
قمارم بخوانی ببازی و زورہ
منم فتح و تدبیر و عزم درست
بکمالِ کمالم ز روزِ نخست
بدانشوراں نام من شد بیاس
تو ارجن دریں پانڈوانم شناس
منم خامشی کوست مہرِ دہن
منم حسن تقریرہ اہلِ سخن

باہل سخن کب[1] بخوانی مرا
بفرماندہاں عدل وانی مرا
منم معرفت بہر فرزانگاں
منم شورِ سودائے دیوانگاں
یقیں داں منم اصل خلق جہاں
منم جاں نگہبانِ کون و مکاں
غرض ہر چہ ہستم منم اے عزیز
بفہمی گرت ہست عقل و تمیز
فزوں از بیانست حالات من
بعرفاں شناسی کمالات من
گمان و قیاس و خیالم بداں
جمال و جلال و کمالم بداں
بود جلوہ یک ذرہ من آفتاب
بہ بینی رود چوں ز چشم تو آب

[1] کب بمعنی شاعر

ادھیائے یازدہم روپ درس

بگفتا کہ اے سرورِ سرفراز
توئی چارہ پرواز اہل نیاز
کسے بیکسان و جہاں پروری
ز وہم و قیاس و گماں پروری
نمودی ز رازِ حقیقت سخن
کشودی درِ معرفت را بمن
بگفتی کہ ہستم محیط جہاں
دلم خواہد اے قبلۂ داستاں
کہ آں صورتِ خود کہ عالم در وست
بما ہد سرشتاں تماشائے اوست

نمائی اگر جان تازه دہی
برخسار اُمید غازہ دہی
سرفراز دارین سازی مرا
خبردار کونین سازی مرا
بگفتا کہ خوب ست اے کامجو
برآرم بوضع خوش ایں آرزو
ولیکن بایں وضع دیدار نیست
کہ ایں چشم تاب رُخِ یار نیست
بچشمت دہم انجلاے[1] دگر
کہ جز من نیفتد بجاے دگر
پس آنگہ دہاں را چو گل باز کرد
جہانِ درو جلوہ پرداز کرد
زحصر آں طرف دیدہ اشکال را
بصد رنگ آں مہر تمثال را

[1] روشنی

زہر صورتش صد برابر بہ مہر
بنازد اداؤ بخوبی و چہر
ہزاراں مہ و مہر تابندہ یافت
فلک یا درازی درخشندہ یافت
مو الید دیدہ و عناصر بدید
بدید آنچہ ناید بگفت و شنید
چہ گویم درو دیدہ ارجن جہا
(زتحت الثریٰ تا بفوق السما
مترچ و مہادیو د اُشنی کمار
ہرلش و دہیش و گنیش و کمار
سموم و نسیم و صبا و دبور
گلستان و فردوس و حور و قصور
سیاہ ابر باراں درخشندہ برق
نظر کرد زنیساںؔ ز پا تا بفرق

لہ زنیساں۔ اس طرح

طبق ہائے پاتال بر یار دید
عجائب ازیں نوع بسیار دید
بلرزید و ترسید از ہیبتش
بحیرت فرو ماند از صورتش
سر خود بمالید بر خاک پا،
دگر گفت کاے شاہ ارض و سما
بلطفِ تو دیدم جہاں در جہاں
بمن گشت اسرار مخفی عیاں
ولیکن دلم بُرد از دست من
یکے صورتِ غیرتِ صد چمن
که افسر[۱] بسر تے بلب در خرام
بہ زلف مسلسل بیفگندہ دام
بت دلفریبی بنازد ادا
سہی قامتے[۲] ہر نگاہش بلا

۱ تاج اپنے سر پر ۲ بنسری ۳ سہی قامتے - سرو قد

بنور رخش ذرّہ آفتاب
ربود از کفم طاقتِ صبر و تاب
بآں صورتِ خوب جانم فداست
نہ من بلکہ قربانش ارض و سماست
بہر جلوۂ تو کجا انتہاست
(کجا تاب دیدن بایں بے نواست
بہ تسبیح تو جن و انس و ملک
بہ تسبیح تو مہر و ماہ و فلک
بہ تسبیح تو بلبل و گل بباغ
بہ تسبیح تو کوہ و دریا و راغ[1]
بعشقت مہاو بو شند زندہ پوش
بعشق تو عاشق بود در خروش
ہزاراں دہن دست و پا پیکراں
درون تو دیدم جہاں در جہاں

[1] راغ یعنی وادی

سزد بچہ و گند بر ب وہم برچہ و مار
دگر بیند بوییز اشنی کمار
مروت رسیدہ مادہ ور کہاں جہاں
بہمہ محو در جلوۂ بیکراں
نظر کردہ ترسیدہ ام آنقدر
کہ پرواز کرد است ہوشم زِ سر
بہ بجیکم درون و گران یکران
دگر پورِ عم دشمنِ جان من
باخوان خود باسپاہِ گراں
ہمہ کشتہ و مردہ اندر دہال
ہم از لشکر ما در شتند دمن
دگر راجہ بیراٹھ لشکر شکن
دروپد شکھنڈی سران دگر
بریدہ سران دریدہ جگر

دگر بحر خونہا رواں دیدہ ام
بموجش بسے سرکشاں دیدہ ام
زہستیٔ خود جملہ بیگانہ اند
بیک شمع روئے تو پروانہ اند
بخود جملہ عالم نمودے مرا
ولیکن نشد دیدۂ فہم وا
بگو کیستی باہمہ عروشاں
کہ ہرگز نیائی بوہم و گماں
بگفتا ز رُخ دور کردم نقاب
ولیکن نرفت از دل تو حجاب
تو خود مرگ خویشاں نظر کردۂ
بر احوال ایشاں نظر کردۂ
کے کُشتہ و کس خدا گیر بود
بنودم ترا آنچہ تقدیر بود

چو در خود فرو رفتهٔ اینقدر
جگر کن بمیدانِ مردان گذر
همه گوروان یخت بر گشته اند
به تیرِ اجل جمله سر گشته اند
(بهانه مَنه پیش مردانه باش
میندیش از خویش مردانه باش
نکو نامیٔ تو بجنگیدن است
(که متروک مردان هراسیدنست
غرض آمد ارجن ز افکار باز
بفرمان آن مظهر کار ساز
(زبان را بوصف و ثنائش کشود
بپائش سرِ خویشتن را بسود
وگر عذر تقصیر خود را بخواست
کمر بسته از بهر پیکار خواست

بگفتا کرا ہست تاب و مجال
کہ آرد خلافِ تو اندر خیال
بفرمان تو بندۂ ہر جہاں
بفرمانِ تو ہست کون و مکاں
پرستار تو جملہ ہر صبح و شام
توئی قابلِ سجدہ ہر خاص و عام
پناہِ غریباں کس بیکساں
بمن رحم بر حال ایں ناتواں
زخوفِ تو دیواں[له] گریزاں شدند
ہراساں بہ تحت الثریٰ[عه] میشوند
نباشد چرا قدر و شانت چنیں
میانِ تو دیدم زمان و زمیں
ز آغاز و انجام برتر توئی
ز اوہام و افہام برتر توئی

له راکھش عه پاتال

بر مہا توئی و توئی مہر و ماہ
توئی برتن و جم ہم توئی خضر راہ
توئی علم و عالم توئی نار و باد
توئی مظہر پاک رب العباد
(یمین و یسار و بتحت و بفوق
بہ بینم ترا من بچشمان شوق
بود قوت تو بروں از قیاس
بود قدرت تو فزوں از قیاس
شناسائی تو کجا مے شود
ہمہ خلق در تو فنا مے شود
گماں بر دست من زخویش و تبار
ندانستمت قدر معذور دار
(مکرّر مکرّر بشورد غریو
بگفتم کہ اے کشتی و اے یا سدیو

ے زمین و آسمان کے شور و غوغا

به مجلس به خلوت بوقت طعام
زشوخی ز طیبت نمودم کلام
به بخشا که بخشندهٔ اے کریم
بمن رحم کن هست تامت رحیم
پدر دانمت دانیم چوں پسر
ز تقصیر من اے پدر در گذر
کلانِ کلانی چو تو نیست کس
بزرگِ جهانی چو تو نیست کس
ابسایم سرِ خود بخاک نیاز
بیفتم بپائے تو اے سرفراز
مترساں که مو بر تنم خاسته
از خوفت دل و جان من کاسته
نمائی تو آں صورت جانفزا
بشکل چتر بکهج به چکر و گدا

بفرمود شخصے کہ چشمے تو دید
نہ چشمے بدید و نہ گوشے شنید
بامید دیدار خلقے بمرد
کسے جام دیدار ما را نخورد
بسے خاک گشتند در عشق من
بسے جاں نمودند بیروں ز تن
بسے جنگ کردند طاعت بسے
بسے رنج بردند و محنت بسے
نصیبِ تو شد دولتِ بیکراں
(کہ آگاہ گشتے ز رازِ نہاں
دگر شد بحالش چناں مہرباں
کہ بنمود آں صورتِ دلستاں
بجلوہ چو خورشید در حسن ماہ
سراپا تجلّی زِ نور الہ

گدا او پدم چکرو سنگھ ہم
بدستان او دید زیر قدم
پتاہبر ببر ز نگہا در کمر
زیرہ ہائے طاؤس تاجش بسر
(گہرہا چو انجم بگوشش عیاں
چو مہ بر جبیں قشقۂ دلستاں
دگر کوستب من چو مہر منیر
گلو زیب آں دلبر بے نظیر
شد از دیدنش شاہ ارجن چناں
کہ گوئی دگر بارگی یافتہ جاں
دگر جلوہ گر شد بحالِ کہ بود
بمدح و ثنائش زباں بر کشود
کہ زائد ثنائے تو از ہیچکس
ثنائے تو باشد ثنائے تو بس

بگفتا کہ عشقم بیاموز تا
بناز دنیازم شوی آشنا
بمن محو کن خویش را آنچناں
کہ دیگر نہ بینی تو خود را جہاں

ادھیائے دوازدہم بھگت جوگ

دگر گفت ارجن بعجز و نیاز
کہ بر روے من شد در فیض باز
مرادِ دل و جان من دادۂ
ز ہر کارِ من عقدہ بکشادۂ
ز لطفت نماند است مشکل مرا
مگر آرزو ہست در دل مرا
کہ گردم تماشائیِ مقبلاں
رفتد چشم بر روے صاحبدلاں
بعشق تو از خویشتن رفتہ اند
بسوز محبت جگر تفتہ اند

ریاضت کشاں را چہ در سر بود
مشقت برائے کہ اکثر بود
چساں محو عشق تو گردیدہ اند
بساطِ علائق نوردیدہ اند
کدامست واصل کدامست دور
کدامست کامل کہ دارد قصور
(بگفتا کسانِ حقائق شناس
ندارند کارے بامید یا بیاس
زہر دو جہاں دامن افشاندہ اند
شب و روز در یاد من ماندہ اند
نہ در یاد من با خدایند شاں
کہ دل دادگانِ رضایند شاں
دل و عقل سوئے کسے داشتند
نگاہے بسوئے کسے داشتند

لے پٹنا

پرستار آب و گل و سنگ باش
بہر رنگ در یاد بیرنگ باش
تصور بکن جملہ تن نور را
بکف آر دامانِ مستور[1] را
وگر نیست طاقت کہ از خود روی
مہیائے نابود گشتن شوی
بہر کار در پیش چشمش ببیں
بلطف و بمہر و بہ بخشش ببیں
چہ طاعت چہ ہمت چہ سالک شدن
چہ مملوک گشتن چہ مالک شدن
اگر اُرجن از بہر من کردہٗ
بملک حقیقت وطن کردہٗ
باد میرسی در دل اللہ کن
کنی ہرچہ اے یار للّٰہ کن

[1] دامان مستور سے مراد چھپے ہوئے پردے بیتی خدا کا دامن

بادٔ باش آزادگی پیشہ کن
دل خویش خالی ز اندیشہ کن
بماں خیر خواہ خلائق مدام
مکش تیغ جور و ستم از نیام
ز ماتم بکاہ ز شادی مبال
بدردِ غم بے بیاں بیکس بنال
بنائے تمنّا زِ دل بر کنی
بیادِ الٰہی سخن سر کنی
بزی بے نیازانہ و شاد باش
ز مدح و ذمّ[1] خلق آزاد باش
رسد آنچہ از غیب شاداں بخور
وگر دست یابی بمہماں بخور
مباش ایں ہمہ در تلاش مکاں
بحق باش و ہر جا کہ خواہی بماں

[1] ذم ہجو کرنا

هر آنکس که آزاده دل در جهانست
بهر جا که شد خانهٔ او همانست
بلا رد و لا کد معاشش بود
نه از بهر روزی تلاشش بود
سخن هائے من آب حیوان[1] بود
که شنوانده را باعث جان بود
شنیدی اگر زندگی یافتی
چو خورشید تا بندگی یافتی

---

[1] آب حیواں، آب حیات

ادھیائے سیزدہم چھیترگ جوگ

(دگر گفت ارجن ز راہِ نیاز
کہ اے کار پرداز عالم نواز
کدام است پرکرت ہم پورکھ کیست
کدامین بود چیترگ چھیتر چیست
کراگیان گویند ہم گے کرا
مفصل بکن لطفِ بہر خدا
(بگفتا کہ چھیتر بدن را بداں
بود چھیترگِ عارف راز داں
(کس از حال ابدان[1] خبردار نیست
بجز من کسے واقفِ کار نیست

[1] ابدان جمع بدن کی

شناسائے ہر دو عرفاں بود
کہ مقصود صاحب دلاں آں بود
کنوں بادلِ جمع بشنو زمن
سخن میکنم از طلسم بدن
کسانیکہ اندر خرد رفتہ اند
سخنہا درایں جا بسے گفتہ اند
(فلک آتش و آب وخاک ست باد
بود پنج عنصر کہ ترکیب داد
من واد عقل و دل و دہ حواس
نگر قدرتے کوست محکم اساس
بود مقتضائے بدن چند چیز
تمنا عداوت محبت تمیز
شکیبائے در رنج و راحت دگر
ہمیں است تفصیل سخن مختصر

زعرفاں سخن میکنم گوش باش
سراپا خرد جملگی ہوش باش
بود عارف آنکس کہ مغرور نیست
ریا پیشگی باشش منظور نیست
نگردد رواداد آزار کس
نخواہد کہ برہم زند کار کس
تحمل چو کوہ گرانش بود
فراغت زہر دو جہانش بود
بود راحت و رنج یکساں برش
خیالات باطل شود از سرش
بود آشتی پیشہ و حق گذار
زکجی و فریبش نباشد شعار
کند خدمت مرشدِ خود بجاں
بجوید رضایش بقدر تواں

بہر قسم دارد تنِ خویش پاک
نباشد اگر آب یا مشت خاک
بگفتار و کردار قادر بود
بر افعال و اعمال ناظر بود
بود تارک الذّت او را حواس
شعارش بود شکر و صبر و سپاس
نہ چیند دکانِ حیل در جہاں
(کند کار خود را نہ بیند میاں
ز حالات جسم آگہی خوشتر است
چگویم کہ در وے چہا مضمر است
جوانی و پیری و مرگ و حیات
مرض ہائے دیگر ز چندیں جہات
ندارد بہ فرزند و زن الفتے
کہ عابد بگردد بہ او کلفتے

بنالد چو مقصد شود حاصلش
ز فقدانِ مطلب بکاهد دلش
زداید ز دل نقش غیرے مرا
نماید بہر رنگ سیرے مرا
کند سکنِ خویش جاہائے پاک
برابر کند خویشتن را بخاک
بپرہیز و از صحبتِ ناکساں
بداند کہ عرفاں بود جاوداں
بہ پیش نظر داردش روز و شب
کہ محفوظ ماند ز رنج و تعب
ہمیں است عرفاں دگر غفلت ست
مدہ وقت از دست تا فرصت است
کنوں با تو میگویم آں راز را
کہ بنماید آں مایۂ ناز را

گر آغاز و انجام آنسو تراست
ز اوہام و افہام آنسو تراست
ہمانست آتش ہمانست آب
بہر ذرہ تابد ہمان آفتاب

بری ذات او از حق و باطلست
ولیکن بہر رنگ او شامل است
ہمانست چشم و ہمانست گوش
ہمانست مستی ہمانست ہوش
توانا و زور آور و برتر است
محیطِ جہان و جہان پرور است
جہان جملگی آمد از کوے او
شود بازگشت ہمہ سوے او
جہان و زمان و مکان آن بود
حواس و قیاس و گمان آن بود

همان آشنائیست و بیگانه است
همان مسجد و دیر میخانه است
محبت کند گر بکس مشکل است
که مستغنی است و بخود مائل است
بری از صفات و همه تن صفات
همان غیر ذات و همان عین ذات
رونده همانست و آینده اوست
نشیننده جنبنده پائنده اوست
نماید چو او نازنینی کند
اگر عقل باریک بینی کند
قریب از قریب و بعید از بعید
همان مے تراود[1] ز گفت و شنید
نماید چو معقوم و معقوم نیست
بهرجاست پیدا و معلوم نیست

[1] ظاهر ہونا

فنا و بقا و جہاں در وے است
ہماں جلوہ پردازِ ہر شے است
مہ و مہر لبریز نور است ازو
بود ہر چہ تاریک دور است ازو
ہماں ست عارف ہماں معرفت
باو مے رسند اہلِ دل عاقبت
بود منزلِ خاص آغازِ دل
بود ہم سرِ عرش ازیں رازِ دل
ز قالب ز عرفاں زوا نستنی
بگفتیم و ز اندیشہ کردم غنی
بحرفم رسد گر پرستندہ ام
رسد تا بجائے کہ من بندہ ام
بجز پرکھ نبود کسے در جہاں
نقاب ست پر کثرت بروئے آں

ازاں پردہ او را بلا در سر است
چو بر خیزد ایں پردہ او برتر است
کسے کو بہ پرکرت پرکھ شناخت
ز بندِ گرانِ تناسخ رہا ست
(بود پرکھ فرماں روائے بدن
ازان است محکم بنائے بدن
بود جلوۂ او بہر مغز پوست
تماشائی خود دریں پردہ اوست
شناسندہ بینندہ دانندہ اوست
تو گوئی ہماں آفرینندہ اوست
ہماں ست گیرندۂ ہر مزہ
ہمائی ست از پائے تا سر مزہ
بروں از بدن ہم درونِ بدن
از و اختلاف شیونِ[1] بدن

[1] شیون جمع شان کی۔حالتیں۔

شناسائے او شو کہ رویش بس است
غرض او درینجا عجائب کس است
کس طالب او در آب و گل است
کسے حلقہ زن بر سرائے دل است
کسے در ریاضت تن و خود گذاشت
(کسش جلوہ در بت پرستی شناخت
کسے بہرا و جگ و خیرات کرد
کسے گوش خود بر حکایات کرد
بمنزل گہش میبرد ہر رہے
پرستندۂ او نہ میرد گہے
بکیس و مکاں باہم آمیختند
غبارِ تعین بر انگیختند
بہر کس نگاہِ تو افتد ہمانست
ہماں جلوہ پرداز کون و مکانست

همه رفتنی[1] آو بجائے خود ست
که اینها همه از برائے خود ست

بیک رنگیش دیده[2] را وا کند
بهر رنگ او را تماشا کند

چو اینجا رسیدے رسیدے بکام
که او جلوه گر هست در هر کدام

دریں صورت آزار خود هم مکن
نکردی اگر نیک بد هم مکن

تعلق به پر کثرت دارد عمل
بود فارغ آں پر که از هر خلل

همه در یکے بیں[3] یکے در همه
نگه از تامل مکن بر همه

قدیم است فانی نخواهد شدن
جز او زندگانی نخواهد شدن

[1] یعنی سب کو فنا [2] دوئی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا [3] وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت

چو آسائش ہر جاست لیکن بجاست
کسے کو چناں دید باب بقاست
چو خورشید کو نور ہر منزل است
بداں گونہ او شمع ایں محفل است
(کسے با حقیقت شود آشنا
کہ بیند بہ کثرت او را جدا
منہ دل بریں خود پسندئ خلق
بداں موجب پائے بندئ خلق
کہ یاراں چرا پا بگل ماندہ اند
چرا در ازاں کام دل ماندہ اند
اگر یافتی کار خود ساختی
وگرنہ عبث عمر در باختی

ادھیاے چہار دہم ترگن سہاگ

(کنوں آں سخن بر زباں از دل است
کہ بالا تر از وے سخن مشکل است
تہ ایں سخن ہر کہ دریافت است
ز دریاے معنی گہر یافت است
چو من فارغ از زادن و مردنست
دلش باب در دست آوردنست
زمان و مکان و دگر ہر چہ ہست
بصد رنگ آنکس کہ ایں نقش بست
(برہمست گو تخم دانِ من است
جہاں جملہ زیں رہ از ان من است

مہیا سہ گن شد زما تا نخست
کزو گشت بنیاد عالم درست
صفائے ستوگن چو آئینہ داں
ازو ہست تسکین و آرام جاں
بماں دانش و معرفت میدہد
کہ انساں زآمد شدن وارہد
رجوگن ہمہ تن تمنا بود
ازو کار کردار پیدا بود
تموگن بود موجب نافلی
ازو سر زند جاہلی کاہلی
ازیں ہر سہ گن ہرکہ زور آورد
سر آدمی را بشور آورد
دلش را دہد میل اوصاف خویش
برد کار خود را بہر رنگ پیش

اگر ستّ بود بخشد آرام جاں
دگر رج ز کردار ہا کام جاں
تم آرد گراں خواب بیدانشی
کہ او ہست اسباب بیدانشی
اگر در ستوگن دہد جاں کسے
بھوت[1] گہم میرسد آں کسے
اگر جامہ را در رجوگن گذاشت
بصفہائے نیکاں علم برفراشت
وگر در تموگن گذشت از جہاں
بود داخل زمرۂ ابلہاں
ستوگن بیابد بکردار نیک
کہ کارے نباشد بہ از کار نیک
ز رج بر سر آید بلائے عظیم
کند از حکومت جفائے عظیم

[1] بھوت سے مراد مہابھوت ہے یعنی خلا، ہوا، پانی، آگ اور زمین مطلب یہ کہ بھوت میں ملا پہنچ کر مکمل نجات حاصل ہوجاتی ہے۔

نتوگُن کند بے خرد مرد را
کہ نشناسد آں جوہرِ فرد را
زستّ گُن شود عارفِ حق شناس
رجوگُن کند طامع بے قیاس
نتوگُن کند مست دیوانہ اش
بہ بیدانشی سازد افسانہ اش
بود میل اوّل بطرفِ علا
میانہ بود محو حرص و ہوا
نتوگُن بہ تحت الثرےٰ مے برد
بہ بیں از کجا تا کجا مے برد
ازیں ہر سہ آں تو منم جانِ من
بچشم حقیقت بہ بیں شانِ من
ازیں ہر سہ ہر کس جدا میشود
خدا شاہد است او خدا میشود

بگفتا کہ اے رفتۂ تو ہمہ
عزیزاں جگر تفتۂ تو ہمہ
ازیں ہر سہ گُن ہر کہ وارستہ است
دل خود بگیسوے تو بستہ است
چساں دانمش چوں تسلّی شوم
دریں راہ تا پا بپایش روم
بگفتا ہر آنکس کہ آزادہ است
بہر جا بیک جلوہ دل دادہ است
بنالد ز ایصال مطلوب او
بنالد ز حرمان مرغوب او
مساوی بود پیش او مہر و کیں
ز شادی نہ شاداں نہ از غم غمیں
بہ انداز گُن با تغیّر بود
گہے مسکنت گہ تکبّر بود

بہ تحریک آنہا ز جاکم رود
کہ این رہ بدل آشناکم رود
تعلق ندارد بکار جہان
غریبی بود در زیار جہان
زر و سیم لعل و در و خاک سنگ
برابر بہ بیند چو افتد بچنگ
نراند ترا و نخواند مرا
بہر رنگ در جلوہ داند مرا
نہ از عزتت افتخارش بود
نہ از ذلتِ خویش عارش بود
ربود دامنش پاک از مدح و ذم
بیک حال باشد بمہر و ستم
شعارش بود بردباری ہمہ
بود کار او حق گذاری ہمہ

بکار سے جہاں ولدہی کم کند
ازیں وانگہہ خاطرش رم کند
گن آتیت نامی چنیں کس بود
غرض آدم خوب اینکس بود
کہ مست ست ازیاد من صبح و شام
کشیدست میخانہ ام را تمام
(منم صورت و معنیٔ ذات پاک
چہا مینمایم دریں مُشتِ خاک
منم کو ہمہ تن نجات آمدہ
بیک ذات در صد صفات آمدہ
منم دین مستحکم و بے زوال
منم آں کملے کہ باشد کمال
من آرام آرام آں خلوتم
کہ از خلوت آوردہ در جلوتم

ادھیائے پانزدہم پرکھوتم جوگ

(عجائب درختے است ایں کائنات
کہ بیخش بہ بالا ست لے خوش صفات
ہمہ شاخہا سوئے پایئں عیاں
ورقہائے بیداست ہر برگ آں
ولے پائدارست و ناپائدار
نباشد چو آب روانش قرار
بود بید داں ہرکہ ایں رازیافت
تہ کار آں مایۂ نازہ یافت
تماشا کن او را دریں کہنہ کاخ
بہرشاخ باشد پراگندہ شاخ

زگُن شاخہائش نموے کند
ز آز و ہوا سر فرو مے کند
وگرنہ کند میل بالا روی
بمغز سخن رس کہ عارف شوی
(خواص حواسش بود برگ بار
ہوائی ہوس دار وش بیقرار
قعقاریشائشں[1] با عمال بست
برین صفحہ کیں نقش آمال بست
دواند کسانرا لفہمش ہوس
اکمائیتی[2] نیست معلوم کس
کہ سرسبزئ او چساں مے شود
چگونش بہار و خزاں مے شود
بود بیخ او محکم از یاد من
بپاشش ز قطع امل بیشہ کن

رشائش سے مطلب ریشی متی [2] پورا حال نہیں کھلتا

پس از قطع او میتوانی رسید
بجائے کہ ناید بدید و شنید
بخلوت گہہ نازو انگہہ در آ
(دراں منزلِ خاص از در درا
بمنزل گہ وصل ایں آں رود
(کہ با دامنِ پاک چوں جاں رود
زماو منی[1] دامن افشاندہ است
بنائے تمنّا بر افگندہ است
نہ خصمے بکس نے محبت بکس
بداند کہ باقی ست اللہ و بس
چگویم ازاں خلوتِ خاص آہ
کہ بنود رہ تابش مہر و ماہ
نگردید آں کس کہ اینجا رسید
نہ از وے خبر ہیچ گوشے شنید

[1] ما و منی بمعنی تکبر

بود نور جاں شمعِ نورِ من
قریب است از دل نہ دُور من
ہمیں شش پس از مرگ با خود برد
چو بادے کہ بوئے خوش و بد برد
دل و پنج حس جاں کشد سوئے خویش
دریں گلستاں مے کشد بوئے خویش
دل و پنج حس محو کار خود اند
ز پابندئ چشم یار خود اند
ز حالاتِ جاں عاشقاں آگہ اند
گرفتارِ لذّاتِ حس ابلہ اند
تماشائے جاں در بدن مے کنند
نہ چوں ابلہاں بر سخن مے کنند
زمن مستعار ست نور و فروغ
بود دعوئ صبح صادق دروغ

چه مهر و چه ماه و چه سوزنده نار
فروزنده تابنده از من شمار
منم آنکه بارِ جهان می کشم
چه دانند یاران چسان می کشم
شوم بر نباتات تا پرورم
شوم آتش و مرغزاران خورم
فراموشی و یاد عالم منم
درین خلق شادی و ماتم منم
منم آنکه مقصود بید آمده
منم آن که یاس و امید آمده
منم آنکه بید از زبانِ من است
زعرش آن طرف آستانِ من است
جهان از وجود و عدم باهم است
چو گیسوئے خوبان خم اندر خم است

همه در فنائیست عارف بجاست
که او رفته است از خود و با خداست
اچه جان و چه قالب رفتنی است
دگر آنکه باکبریا دمتی است
جهان در جهان روشن از جان اوست
(بچشم آیدت هر که مهمان اوست
من آنم که گشتم بخود آشنا
گذشتم ز بحر فنا و بقا
چو دانستم این را که من کیستم
گرفتار تن از پئے چیستم
ز فهمید خود پر که او تم شدم
چو معبود مسجود عالم شدم
(شناسائے من عارف کامل است
بهر رنگ یادِ منش در دِل است

بگفتم تبو راز پنہان خویش
نمودم ترا شوکت و شان خویش
بفہم و خبردار ہشیار شو
مخواب ایں ہمہ آہ بیدار شو
ہماں کس کہ فہمید او جا رسید
دگر نہ عبث رنج و محنت کشید

ادھیائے شانزدہم دیو واسپرسنت

(بہر کس کہ ایں بست و شش خصلت ست
بداں آدمش کہ ملک سیرت است
صفائے دل و بے خطر بودنے
بعجز و تضرع جبیں سودنے
بفکر تن و جاں بسر بردنے
بعشق کسے خونِ دل خوردنے
بقدر میسر بکس دادنے
درِ فیض بر خلق بکشادنے
بدست ایں حواس خود آوردنے
بہ پیش نظر داشتن مُردنے

شدن جملہ تن حرفِ جنگ کردنے
پئے کارِ کس تازہ و تنگ کردنے
بعلم و عمل جان و دل بستنے
ازیں ہر دو آنگہ قصد دار رستنے
رہِ زاہدی را بسر رفتنے
پئے شعلہ خوئے جگر تفتنے
بجز راستی کم سخن گفتنے
کہ باشد برابر بدُر سُفتنے
ز قہر و غضب دور تر ماندنے
ز ایذائے کس دست افشاندنے
سخا پیشگی وضع خود ساختن
بود ہر چہ از کیسہ انداختن
بصبر و قناعت جگر کاستن
تکدر نمودن صفا خواستن

بلطف و کرم کار بگذاشتن
دل خود زِ لذات برداشتن
ز کردار زشتی حیا داشتن
دل نرم خود را بجا داشتن
ز نا کردنے روئے خود تافتن
ز اوج ضلالت چو خور تافتن
بسختی ہمہ تن تحمل شدن
سراسر گذشت تامل شدن
درون و برون پاک تر داشتن
ز حقد[1] و حسد دست برداشتن
زبس عجز با خاک یکساں شدن
کہ اینجا ست اے یار یکساں شدن
ہر آنکس کہ دور است زین خوش خصال
نخواہد رسیدن بہ بزم وصال

[1] حقد - کینہ

(ریا سیرتے مکر اندیشگی
غرور و تکبر جفا پیشگی
قساوت وگر اعتزازی بحال
بخود چیدن از فرط حسن و جمال
ششم ابلہی کو بلائے بدست
کہ بہر شیاطین جزائے بدست
ملک سیرتاں با خدا واصل اند
شیاطیں صفت ہرزہ و باطل اند
میندیش از جن کہ خوش سیرتے
نہ چوں ابلہاں رفتہ در غفلتے
دو گونہ بود خلق ایجاد من
یکے آنکہ کردم از انہا سخن
دگر آنکہ انکار من مے کنند
زنا حق شناسی سخن مے کنند

ز کم فہمیٔ خود نخوانند بید
کلام الٰہی ندانند بید
ز حق در گذشتند و باطل شدند
ز رسم و رہ کیش غافل شدند
سخن مے کنند آں خدا منکراں
(کز آمیزشِ مرد و زن شد جہاں
کسانیکہ دارند ایں اعتقاد
سر و روئے و شاں در تہ خاک باد
(ستم مے کنند و جفا مے کنند
ز باطل خیالِ چہا مے کنند
ہمہ تابع خواہشِ کام دل
ز خود رفتہ و محو آرام دل
ہمہ تن تکبر سراپا غرور
زراہے کہ حق است بسیار دور

ز مستیٔ غفلت چناں بیخود اند
کہ محوِ رضائے شیاطیں شدند
شب و روز در فکر بد کردنست
زطولِ امل رشتہ در گردنست
رسن ہائے حرص و ہوا در گلو
تمامی فساد و سراپا غلو
تمنا کشِ عیش و حسرت ہمہ
(گرفتار زندانِ غفلت ہمہ
ز جور و ستم جمع زر مے کنند
تہِ بار عصیاں بسر مے کنند
عجب شورشے ہر یکے در سراست
نداند کہ مالک کسے دیگر است
بگوید کہ امروز ایں یافتم
ازیں یافتم خوب دریافتم

که فردا دگر ہم میسر نشود
بریں ہنج گنجینۂ زر شود
بگوید یکے ہر چہ خواہم کنم
یکے را زنم دیگرے را زنم
زفہمید باطل بداند چناں
(کہ جز من نباشد کسے در جہاں
منم عارف و کامل و زور ور
منم حاکم و عادل و داد گر
لذائذ مہیا ز بہر من است
غرض دین و دنیا زبہر من است
نباشد بجز من کسے شادمند
نصیب دگر نیست بختِ بلند
شریف النسب در زمانہ منم
علیم المثال و یگانہ منم

منم آنکہ خیرات و جگ میکنم
بکارِ نکو تازہ و تگ مے کنم
اسیرِ کمند ہوا گشتہ اند
گرفتارِ دامِ بلا گشتہ اند
(سراسر بود بر غلط رائے شاں
چو میرند دوزخ بود جائے شاں
بہ سیم و زر و خویش دارند ناز
زکج فہمیٔ خود نیایند باز
بحرفِ بزرگاں ندارند گوش
زمستی بہر لحظہ بازند ہوش
بمکر و ریا خیر و طاعت کنند
پیٔ خود ستائی رعایت کنند
بصد رنگ جور و جفا مے کنند
پیٔ کار خود قتل عامی کنند

ز من میگریزند و با دیگراں
محبت بگیرند ایں خودسراں
زحد بیشتر غافل و بے ہُشند
(که جاں دار را بہرِ جنگ میکشند
بہ تنہائے معبود در میروند
بجسمِ سگ و خوک و خو میروند
سہ دروازۂ دوزخ است ایجواں
طمع است و خشم است و شہوت بداں
ازیں ہر سہ در رفتنت خوب نیست
که ایں راہ واصل بمطلوب نیست
کسے کو ازیں رہ شود بر کنار
کشد آں ہمہ ناز را در کنار
رود ہر کہ بیروں ز فرمان بید
ز مقصود خود مے شود نا امید

اگر ہست مقصود مدِّ نظر
مکن آنچہ منع است در شاستر
(خلافِ بزرگاں بکردن خوش ست
بآئینِ خود جاں سپردن خوش ست

ادھیائے ہفدہم تری بھاگ

(بہ پرسید ارجن کہ اے رازداں
زحالِ کسے کن بہ پیشم بیاں
کہ دارد محبت بیادِ خدا
(ولیکن علی الرغم[1] ایں بیدہا
ازیں ہر سہ گن در کدامین بود
چہ ایں شخص را دین و آئین بود
(بفرمود باشد ارادت سہ[2] نحو
کہ بر طبع خود ہر یکے ہست محو
تراود ہمہ ہرچہ در کوزہ است
مثالِ دلِ شخص پُر کوزہ است

[1] علی الرغم بمعنی برعکس [2] انسانوں کی تین قسمیں ہیں ستگنی تمگنی اور رجگنی

پرستند ملک را بست گن قرین
دلش ہست مائل براہِ یقین
(برد جہہ ورا پیش شیاطین تم
کہ ہست ایں پرستش ہمہ درد و غم
ہر آنکس کہ غافل ز آئین و کیش
کند از ریاضت دلِ سینہ ریش
بود در دل او کہ ایں جملہ خلق
کند اعتبارش ز ارباب دلق
ز بید انشی ہست در بند غم
بر احوال خود مے نماید ستم
بود اینچنیں کس پرستار دیو[1]
کہ ہستند ایشاں ہمہ رنگ و ریو[2]
مرا ہم کہ جانِ ہمہ عالم
از ایشاں اذیت رسد دمبدم

[1] دیو بمعنی شیطان [2] ریو بمعنی مکر و فریب

سہ گونہ بود جگ و زہد و غذا
وگر خیر کردن بخلق خدا
(غذا ہائے مرغوب و ہم خوشگوار
برد اہل ست گن ہمہ دم بکار
وگر تلخ ہم تیز و گرم و ترش
نمک سود و پرشور و ہم لحم کش
کہ باشد مفرد بسے ناگوار
کند اہل رج گن ہمہ اختیار
(وگر شور و تر سرد و شب ماندہ را
خورد ہر کہ تم طبع باشد ورا
نتیجہ نہ خواہد ز جگ ہیچ گاہ
کند صرف آں دولت و مال و جاہ
کند صاحب ست گن ایں کار را
کہ بگرفت در فرد خود یار را

نتائج طلب خود نما را حجت است
خلافِ کتب طاعت نامسی است
(نہ افسوں نہ خیرات زر بے طعام
ندارد بحق اعتقادِ تمام
بود طاعتِ جسم عجز و نیاز
نمودن ز افعال بد احتراز
پرستیدنِ دیوتا و پدر
دگر پیر استاد اہل نظر
بتجرید[1] و تفرید باشد مدام
بکوشد بہ تطہیر تن صبح و شام
عبادت بگفتن چنیں مے کنند
کہ ہر حرف را دل نشیں مے کنند
بہ شیریں زبانی و آہستگی
کہ اُفتد سبب بہر دلبستگی

[1] تجرید و تفرید۔ تنہی ستی۔ یعنی مجرد رہنا

بہر کس بگفتن بمقدار خویش
نہ کردن بزخم زباں سینہ ریش
سخن مے کند مرد روشن ضمیر
خوش آیندہ و راست و دلپذیر
(بدرسِ علوم و بذکرِ خدا
شب و روز بودن بصدق و صفا
بود طاعتِ دل ہمیشہ خوشی
فرو خوردنِ غصہ و خامشی
بہر رنگ با ہر کسے ساختن
بہ ضبطِ دلِ خویش پرداختن
(دلِ خویش کردن چو آئینہ صاف
دو چارِ ہمہ کس شدن سینہ صاف
اگر بے غرض ہر کہ طاعت کند
بود آگہی و فراغت کند

وگر ہست دلدادۂ آرزو
بود راجسی اسے پسندیدہ خو
(اگر بہر آزار کس مے کنند
بود تامسی و ہوس مے کنند
بود خیر کردن بسے خوشنما
شود خوشنما تر چو باشد بجا
دہد زر ولیکن نہ در مزد کار
بجائے نکو بہر پروردگار
دہد ہر کہ ایں گونہ او ساتکی است
وگر بہر خواہش دہد راجسی است
غرض خواہد و مزد و محنت دہد
پئے خوشنمائی و شہرت دہد
دہد رائگاں تامسی مال خویش،
علی الزعم احکام آئین کیش

یکے شد سہ و از سہ شد صد ہزار
وزاں ہر سہ بگرفت عالم قرار
ز حرفِ نخستیں برہما شدہ
زمین آتش و بید پیدا شدہ
ز حرفِ دوم بشن آمد بدید
دگر انتر چھہ بادو ہم جُجر[۱][۲] بید
ز حرف سوم آمدا ے راست بیں
مہادیو خورشید و خلدِ بریں
دگر گشت ازو سیام[۳] بید آشکار
اتھربن[۴] دراں ہر سہ داخل شمار
بحرف نخستیں بود رنگ زرد
ز تاثیرِ رجگُن برد کار کرد
بود حرف دیگر برنگ سپید
کہ شد خاصۂ ست گن ازوے پدید

۱ رگ وید ۲ یجر وید ۳ سام وید ۴ اتھر وید

سوم رنگ باشد برنگِ سیاہ
کہ دارد خصائل بتوگَن نگاہ
الف راست تاثیر سوزندہ نار
(بتاثیر مہ او شدہ آشکار
بتاثیر خورشید ہم آمدہ
کند کارہائے عظیم آمدہ
بترکیب ایں ہر شد کائنات
کہ اینہا صفات اندوآں عین ذات
بہ آغاز ہر کار او را بخواں
کہ رمزیست ہر حرف ایں نکتہ داں
ہمیں را کند اسم ذات اعتبار
شود ذاکرش داخل بزم یار
نہ یابد بانکارِ حق مُنصر
کہ ایں کار چوں زہر باشد مضر

رہ و رسم آئین همه راست است
دل خویش منکر عبث کاست است
(به بی اعتقادی اگر کار کرد
(پیٔ جان خود فکر آزار کرد

ادھیائے ہنزدہم سنیاس جوگ

(دگر گفت کاے رازدانِ جہاں
بگو حال سنیاس و تیاگ ایں زماں
کہ دارم تمنا ز حد بیشتر
ہمیں سوزدم شوق مفرط جگر
بگفتا بکن ترک در آرزو
پس انگہ ز سنیاس حرفے بگو
کہ سنیاس ترک تمنا بود
بیادِ خدا بودن اولیٰ بود
بود تیاگ ترک عمل خواستن
بہ کنجے نشستن نہ برخاستن
نوشتند در سانکھ اہل نظر
کز آزار جاندار باید حذر

گناہ است بر آدمی ترک فرض
کہ بر ذمہ اش ہست مانند قرض
بہ تحقیق من ترک باشد سہ رنگ
(کزاں گشت آئینہ ام دور زنگ
نکردن گناہ است و کردن صواب
ولیکن نخواہد ز کردن ثواب
بخیرات جگ بہرہ یابند خلق
پر آسودہ باشند ارباب دلق
(بغفلت کند ترک اگر تامسی ست
بہ نزدیک من ترک آں ناکسی ست
ہر آنکس کہ از خوف محنت گذاشت
بہ نزدیک خود ترک را خوب داشت
(چنیں ترک را راجسی نام ہست
ز مقصود بہبود ناکام ہست

کند کار بہبود بخواہد ازاں
بہر کار خود را نہ بیند میاں
چنیں ترک از سانکی میشود
(کہ راہِ نکو منتفی سے مے رود
ز نیک و بد آنکس کہ آنسو تر است
بہ پیشم ہماں محض نیکو تر است
ز کردار خالی نباشد بشر
کہ باشد کہ نایڈ دریں راہ گذر
(ولیکن پئے خویش غافل کند
برائے خدا مرد عاقل کند
سہ گونہ بود کار ہائے بشر
کہ نیک است و بد نیک و بد پر ثمر
ز کارے نکو می رود در بہشت
بقعر جہنم برد کار زشت

بقیدِ تنا سخ کند واردش
(بانواع قالب درول آوردش
سبب پنج باشد بکار جہاں
سر انجام ہر کار زانہا بداں
حواس و تن و جان و تقدیر و جہد
نباشد جز ایں پنج در ہیچ عہد
چہ از تن چہ از دل چہ کار زباں
ہمہ کار موقوف باشد برآں
(کسے کز سبب دست خود داشتہ
ہمہ کار از ذات انگی شتہ
بہ نزدیک من جاہل و غافل است
ز حق دور ماند کہ پُر باطل است
ز قیدِ خودی ہر کہ وارستہ است
ز غیر خدا چشم خود بستہ است

زخونریز ہم نیست نقصاں برو
کہ و خلے ندارد من و ما درو
سہ حکم است کہ دار را اے عزیز
(نگہدار حرمت بگوشش بتیز
کہ دانست و دانندہ و علت است
وے کار وابستۂ قدرت است
بہ ترکیب کُن کار سہ قسم شد
(کزاں عاقبت تنگ بر جسم شد
بود سالکی آنکہ ہر جاش دید
بچشمِ حقیقت تماشاش دید
ولیکن بداند کہ مقسوم نیست
بہر شخص ایں نکتہ معلوم نیست
کسے کو بداند کہ ہر جا خدا است
ولیکن بہر رنگ شانش جدا است

چنیں معرفت خاصہ راجسی ست
مقید پرستید نش تامسی ست

بود ہرچہ واجب کند صبح و شام
بجہدِ بلیغ و بسعی تمام

نباشد پئے خصمی و دوستی
بداں اینچنیں کار را آگہی

اگر از پئے کام دل مے کند
و یا بہر آرام دل مے کند

کند کار و داند کہ من کردہ ام
زحد بیش خون جگر خوردہ ام

بداں راجسی ایں چنیں کار را
دگر خواہد آزار جاندار را

زغفلت نہ داند سر انجام کار
ندارد بکف رشتۂ اختیار

چنیں کار را تا کسی مے شناس
کہ ایذا رسانست بیش از قیاس
نخواہد مگر آنکہ از کار خویش
تحسّر ندارد بگردار خویش
(بود صابروشاکر و بے ریا
کشد رنج و محنت برائے خدا
بنالد چو مقصود گردد حصول
ز تا یابی اش ہم بگردد ملول
چنیں شخص فارغ ز ہادمنی ست
غنیمت شمارش کہ او سنگنی است
نتائج طلب ہر کہ از کار شد
برائے غرض از ہمہ بار شد
بود طالب مال و فرزند و زن
کشد رنج و محنت پے خویشتن

بہر رنگ مقصود خود خواہد او
اگر یافت خوش ورنہ جاں کاہد او
مفید نہ باشد بہ تطہیر تن
بود دامن آلودۂ ما و من
کشد بے گناہ را برائے غرض
(فشارد بہر کار پائے غرض
چنیں فاعلِ کار را جس بود
غرض خویشتن دار را آس بود
ز نیک و بد خود دگر آگاہ نیست
بداند کہ از راہِ گمراہ نیست
(شقیہ تنک مایہ و ہرزہ کار
جفا کار حق پوش و بطلاں شکار
ریا پیشہ و کاہل و بد سرشت
بود کار او جملگی کار زشت

عزیزے گر آید اہانت کند
بہ بیہودہ کاراں اعانت کند
بہ کمزور زور آزمائی کند
ز حد بیشتر بے حیائی کند
چنیں شخص در بند تا کس بود
بہ ہر خردمند ناکس بود
بتاثیر گنہا ستم ست عقل
کنم من بتفریق پیشِ تو نقل
تحمل ز گنہا ستم ست نیز
بجز فہم بینداز گوشِ تمیز
تمیز بد و نیک دھرم و ادہرم
ز قہر خدا خوف و در خلق شرم
تمیز رہ و رسم آئین کیش
شناسائی ملت و دین خویش

رسیدن بمعنیٔ امید و بیم
بر انجام هر کار بودن علیم
خبر بودن از قید و آزادگی
بدانستنِ قدر افتادگی
چنین عقل را سادگی گفته اند
(کسان کاگر راز بنهفته اند
ندانستنِ حق کما ینبغی
بدان اینچنین عقل را را آبحی
بود عکس سالک تناسی تمیز
چو آنکس که او نقره داند ز ریز
هر آنکس که غالب بود بر حواس
بر او مساویست امید و یاس
بود پاس انفاس منظور او
بود نام حق ذکر و مذکور او

دل خویشتن را بدست آورد
بمینائے خوابش شکست آورد
تحمل چنیں شیوۂ سالکی ست
خوشا حال آنکس کہ ایں گونہ زیست
نگہداریئے دین و مقصود خویش
پئے نام کردن دل و سینہ ریش
شکیبائیُ ایں چنیں راجسی ست
تحمل کہ بدتر بود تامسی ست
کہ ماند بستی و غفلت مدام
سحر را نماید در اندیشہ شام
بخواب گراں از جہالت بود
ہمہ کار او بر بطالت بود
سہ قسم است آرام ارجن بداں
کہ آسودگی بخش جسم ستنا و بیاں

یکے آنکہ بعد از ریاضت بود
کہ از ہر دو عالم فراغت بود
اگرچند زہرست در ابتدا
چو آب حیاتست در انتہا
(دلِ آدمی چوں بپویش کشد
بچیند گل وصل و پویش کشد
ازیں خوشدلی گردد آسودہ جاں
چنیں راحتے را تو سالک بخواں
دوم حاصل از لذتِ حس شود
طلائے نماید ولے مس شود
ندیدم کسے را بروئے زمیں
نہ در دیوتا یا بہ چرخ بریں
ازیں ہر سہ گن برکرانہ بود
مگر آں خدائی بیگانہ بود

محیط است بر چار برن این سہ گن
برینگانہ تقسیم شد گوش کن

بخوے ستوگن برہمن بود
کہ پاکیزہ و خشک دامن بود

(دل و پنج حس را بدست آورد
بفوج رعونت شکست آورد

ریاضت بصبر و تحمل کشد
بدرک معانی تامل کند

ثباتش بود بر کتاب و بدیں
بعلم الیقین ہم بعین الیقین

بخوئیست رج بر آمیختہ
قضا نقش ہر چھتری ریختہ

سخاوت شجاعت ثبات و قدم
ہمہ جہد بذات بہ تحصیل علم

لے کشتھری

خیالِ ریاست بسر داشتن
ز احوال ہر کس خبر داشتن
نگہداشتن پاس جاہ و جلال
تامل نمودن بفکرِ مآل
خبردار بودن بفنِ سلاح
تحمل نمودن کہ بخشد فلاح
بخوے رنج و غم کند کار بیشؔ
سہ گونہ نمودند کردار بیش
زراعت تجارت شبانی دگر
ندارد خیالات دیگر بسر
بود خوئے غمگین بشود ربتمام
بود خدمتش کار ہر صبح و شام
ہر آنکس کہ بر وضع خود قائم است
دلش خورم و بہرہ ور دایم است

ے دلیش

بپرسند کسے را باعمالِ خویش
کہ از عقل و فہم و تمیز ست بیش
ہماں جلوہ شد جلوہ گر در ہمہ
ہماں نور تابش کند بر ہمہ
رسد تا بمقصود راحت کند
نہ آمد شدن با فراغت کند
بدین دگر رہ نبردن خوش است
باین خود بجاں سپردن خوش ست
اگر کار شایان خود کردہ ست
ز نیکان عالم سبق بردہ است
اگرچند بے عیب کردار نیست
ولے ہیچو کارِ خودت کار نیست
چو آتش کہ عیب دخاں در وے است
باین عیب ہم ترک آتش کے است

کند کار از مردہ دل بر کند
خیالِ تکبر زسر دور کند
خرد را دراں دخل کمتر دہد
کہ تا تخل امید او بر دہد
نداند کہ من مے کنم ایں عمل
(اگر اینچنیں کردہ شد بے خلل
ز ترکِ عمل آنچہ حاصل شود
بدست آید او را و کامل شود
کند ہر چہ للّٰہ نیندا ندشش
خدا بندۂ خویش میندا ندشش
بطرزیکہ واصل بحق مے شود
پئے رحمتش مستحق مے شود
ازاں اند کے گوش کن اے پسر
کہ کردم زرازِ حقیقت خبر

کند ترک لذّات حِسّی نخست
بدست آورد دل بعقلِ درست
خیالِ محبت ندارد بسر
نہ از کیں خراشد کسے را جگر
(بخلوت نشستہ غذا کم کند
چو وحشی ز دنیائے دوں رم کند
زبان و دل و دیں نگہدار داد
خیالِ ہماں رشک سردار داد
خودی و غرور و غضب حرص و آز
ازینہا بباید شود بے نیاز
ذخیرہ نہ کردن کند اختیار
ندارد محبت بخویش و تبار
چنیں شخص آخر ہماں مے شود
ہمہ تن دل و جملہ جاں مے شود

هر آنکس که محو ست او خوشدل ست
همیشه به محبوب خود واصل ست
تمنا اش نبود که خود مقصد است
که بر دین و دنیاش دستے زدست
برابر بود پیش او مور و فیل
(همین است عرفان او را دلیل

چو من مے شود مے رسد تا بمن
تو هم آشنا شو خدا را بمن

چو بر من کند تکیه بر کار و بار
بود دلبرِ مقصدش در کنار
بامداد و تائید و عقل و معاد
دلِ خویشتن را بمن هر که داد
ز بندِ غم و درد آزاد شد
جهانش بیادِ من از یاد شد

اگر از خودی پا بگل مانده اند
بسے دور از راہِ دل ماندہ اند
غلط ہست از جنگ خویشاں گریز
مشیت ہمی آرودت بر ستیز
تو شاہی و نخوت شجاعت بود
(نمایاں ز رویت شجاعت بود
بپاے تو زنجیر مردانگی است
چنیں بد دلیہا ز دیوانگی است
کمر خوے تو عاقبت کار خویش
کنی جنگ با پیر و فرزند خویش
ولے نیست کو منزلِ یار نیست
ازیں راز ہر کس خبردار نیست
بچرخ است عالم ز فرمان او
سر عاشقان است قربان او

همه هست از قدرتِ کردگار
نه کارِ من و تست این کار و بار
پناهنده شو با خدائے کریم
ز غیر از کرم نیست رائے کریم
باو دار چشم و باو دار گوش
باو دار دل را اگرت هست هوش
پرستار او باش در یاد او
(گرفتار او باش و آزاد او
قلم کش بر اوراق و آئین کیش
ورا کن تصور دل و دین و خویش
درِ معرفت بر تو کردیم باز
تامل کن و کار خود را بساز
ز هر بند آزاد او ساز دست
ز هر گونه غم شاد او ساز دست

کنوں بشنو از من کہ یارِ منی
باخلاصِ دل رازدار منی
بمن دار دل سینہ بسپر سوئے غیر
بمن باش دائم نہ در کوئے غیر
پرستار من باش ہر صبح و شام
مرا سجدہ کن با نیازِ تمام
مرا یاد کن تا بیابی مرا
بہ بینی بصد بے حجابی مرا
بمن مے رسی عہد بستم بتو
بہر حال اے یار ہستم بتو
رہ و رسم و آئین دیں راگذار
بمن روئے دل از محبت بیار
تفکر مکن حامئی تو منم
کہ پختہ کن خامئی تو منم

بگو پیش منکر سخنہائے من
بگو با کسے کوست دانائے من
بجاہل بناقل بکاہل مگو
بناحق شناسانِ باطل مگو
سخن ناشنو را مخاطب مکن
بنامحرماں ز آگہی لب مکن
(ہر آنکس کہ ایں راز را بشنود
بخلد بریں بیگماں میرود
دہد فائدہ معتقد را بسے
عقیدت نہ بخشد بمنکر کسے
ہر آنکس کہ خواند عزیز است او
کہ از صاحبان تمیز است او
جواب و سوالِ کہ باہم شداست
ہر آنکس کہ خواندست خرم شداست

اگر گوش دارد کس از اعتقاد
بود فارغ از رشک و حقد و عناد
خوشا حال او خوش سر انجام او
بریں صفحہ ماند بقا نام او
بگو ہرچہ گفتم شنیدی ز دل
ہم از قوم و خویشاں بریدی ز دل
بگفتا کہ از یمن ارشاد تو
بہ بستم دلِ خویش با یاد تو
بخویشاں محبت نماندہ مرا
کہ عرفاں بجائے رساندہ مرا
بفرمان تو بستہ ام من کمر
ندارم ز پیکار کردن حذر
دگر سنجے بارا جہ گوید سخن
کہ از لطف بیاس وحیدِ زمن

شدم محرم ایں سخنہائے راز
کہ مے گفت آں منظہرِ بے نیاز
سحر وردِ پاکیزہ گیان است ایں
دوائے دل سینہ ریشانست ایں
عجب گفتگوئیست دلشاد کن
ز قیدِ غم و درد آزاد کن
(چناں جلوۂ حُسن او دیدہ ام
کہ از خود فراموش گردیدہ ام
چہ من پُرسی از من ظفریاب کیست
پئے تخت شاہنشہی باب کیست
بجائے کہ چوں کشن جوگیشر است
کہ از نور او ہر دو عالم پُر است
بجائے کہ ارجن کماندار ہست
باقبال خوبی سرو کار ہست

ہمانجاست دولت ہمانجاست داد
ہمانجاست فتح و ظفر یاد باد
اگر چند فخر سے تو ثروت بجاست
ولے فخر کردن کجا خوش نماست
بکُن سجدۂ شکرِ پروردگار
کہ آید ز دستِ تو زینگونہ کار

Studied by Mohd Maqbool [illegible]
Student of S.P college Srinagar
11/12/47.

تمام شُد

دفتر نشر و اشاعت
شرمید بھگوت گیتا بزبان فارسی
کوچہ چراغ شاہ گڑھی شاہو لاہور

حمایت اسلام پریس لاہور

بہ اہتمام شیخ حسن الدین پرنٹر چھپوا کر ایم ایس چودھری پبلشر نخلستان گڑھی شاہو لاہور سے شائع کی